جولائی
2022ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾ (القرآن:54)

ماهنامه

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قارئین کو
عیدالاضحیٰ مبارک ہو

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16 — وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران) — ذی الحجہ : 1443ھ
شمارہ : 07 — اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) — جولائی : 2022ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت:
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اثیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 600 روپے

معمول کا شمارہ: 60 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقی ؒ	9
یہ قربانی کیا ہے؟	5	حافظ عطاء الرحمٰن	20
...... مطالعہ سورۃ الکھف (7)	6	محمد نعمان اصغر	26
اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت پاکستان کی ناشکری	7	خورشید انجم	34
تربیت اولاد کے اسلامی اصول (8)	8	حافظ خالد حیات محمود	46
...... پاکستان میں غیر ملکی مداخلت اور......	9	محمد منظور انور	51
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے ﷺ است	10	عبداللہ ابراہیم	57
تبصرہ و تعارف کتب	11		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری
انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

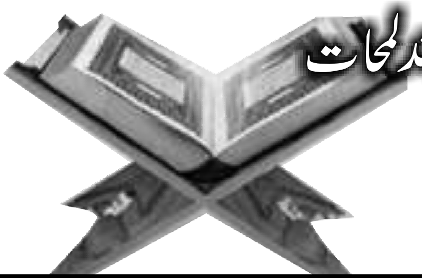

(02)	اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	200-197

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ

حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں

Hajj (season) is well known months.

فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ

تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرلے

Thus one who undertakes: to perform Hajj,
in these: has to keep in mind

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ وَ لَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ

تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے

That there should be no sex-related expression (even between husband and wife) No disobedience and also there should be no exchange of hot words, while in Hajj

وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ

اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا

And whatever good you do Allah knows it

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

اورزادِراہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِراہ (کا) پرہیزگاری ہے

And take necessary provisions for you, during the journey

But the best provision is Taqwa (God fearing)

وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اور اے اہل عقل مجھ سے ڈرتے رہو

And do fear me, O those with deep sense

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو

There is no blame on you That you seek

some bounty of your Lord (during this journey)

فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو

But when you return from Arafat, together,

Do praise Allah near Mashar-Al-Haram (Muzdalifah)

وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ

اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا

And praise Him the way, He has directed you

وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے محض) ناواقف تھے

Though you were of those who were totally lost before this.

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو

Afterwards return (from there) in the way, the others do

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے

And seek Allah’s forgiveness
Indeed Allah is Forgiving, Merciful.

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ

پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو

So, when you have completed your scared duties

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

تو (منیٰ میں) اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ

Do praise Allah, the way you used to praise
your forefathers; rather a more lively praise

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر

But there are people who, (while praying) say,
“Our Lord! Grant us (abundant) in this world.”

وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں

Hence they will not get any share in the hereafter

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

1. حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی عظیم قربانی کو یاد رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنے جگر گوشوں کو اللہ کے دین کے لیے قربان کر دینے کا جذبہ پیدا کرنا۔ (الصافات:102)
2. محض اللہ کے نام پر قربانی کے جانور کو ذبح کرنا۔ (الحج:28، الانعام:162)
3. انسان کیلئے جانوروں اور مویشیوں کے تابع اور حلال کیے جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا۔ (الحج:36)
4. فقراء و مساکین کے لیے کھانے اور گوشت کی فراہمی کا سبب۔ (الحج:36-28)
5. ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی عظمت کا اظہار۔ (الفجر:3-2)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ یَوْمَ النَّحْرِ عَمَلاً

ابن آدم نے قربانی کے دن کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو

أَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ھِرَاقَةِ دَمٍ

اللہ کے ہاں (قربانی کے) جانور کا خون بہانے سے زیادہ پسند ہو

وَاِنَّہٗ لَیَأْتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ، بِقُرُوْنِھَا، وَأَظْلَافِھَا، وَأَشْعَارِھَا،

اور قیامت کے دن قربان کیے ہوئے جانور کو اُس کے سینگوں، کھروں اور بالوں کے ساتھ لایا جائے گا (اور حسنات کے پلڑے میں ڈالا جائے گا)

وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَکَانٍ

قَبْلَ أَنْ یَّقَعَ عَلَی الْأَرْضِ،

اور (قربانی کے جانور کا) یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے

اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے

فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا

لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو

(ابن ماجه ، عن عائشه رضی اللہ عنہا)

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

عیدُ الاضحیٰ
لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

''تا کہ تم اللہ کو بڑا کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے''(سورۃ الحج: 37)

انجینئر عبد اللّٰہ اسماعیل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو سال میں دو عیدوں سے نوازا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں تہوار تقریباً دو مہینے دس دن کے وقفے سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے یہ دونوں تہوار عالمی ہیں اور پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں وہاں وہاں ان تہواروں کو منایا جاتا ہے۔ عید الفطر اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے چوتھے رکن یعنی ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام پر یکم شوال کو جبکہ عید الاضحیٰ پانچویں رکن یعنی حجِ بیت اللہ کے موقع پر ماہِ ذی الحجہ میں منائی جاتی ہے اور اس میں نمازِ عید کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے رمضان کے روزوں (سورۃ البقرہ رکوع نمبر 23) اور عید الاضحیٰ کی قربانی (سورۂ حج رکوع نمبر 5) کے فوائد، نتائج، برکات اور اثرات میں ایک چیز کا مشترک ذکر کیا ہے اور وہ ہے ''تکبیرِ ربّ''، یعنی اللہ کو بڑا تسلیم کرنا اور اس کی کبریائی کا اظہار کرنا۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ مئی 22ء کے شمارے میں رمضان المبارک کے اختتام پر بھی حرفِ آرزو کا عنوان بعینہٖ یہی تھا جو کہ اس ماہ میں عید الاضحیٰ کے حوالے سے ہے۔ دونوں عیدوں کے موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہم مسلمانوں سے مطالبہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیں ہدایت سے جتنا حصّہ بھی ملے، اس پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرنا چاہیے۔

(ا) دل سے بھی کہ ہمارے دلوں میں اللہ کی عظمت کا احساس ہو اور ہم ذہنی اور قلبی طور پر اسے بڑا مانیں۔ (ب) زبان سے بھی کہ ہماری زبانیں اللہ کی کبریائی کا اعلان کرتی نظر آئیں۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر تو یہ معاملہ زیادہ بڑھ کر ہے کہ 9 ذی الحجہ کی نمازِ فجر سے 13 ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد زبان سے یہ اعلان ضروری ہے۔ اور (ج) عملاً بھی کہ ہم اپنی کل زندگی 24/7/365 میں اللہ ہی کو بڑا تسلیم کر کے اس کا کہنا ماننے کو تیار ہو جائیں۔

قربانی کے جانور پر چھری چلاتے وقت ہمیں یہ یاد آنا چاہیے کہ جس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر میں اس جانور کی جان لینے کے درپے ہوں اسی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مجھ سے بھی مطالبے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے مجھے بھی ہر قسم کی قربانی (حتیٰ کہ جان دے دینے) کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔ پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مستزاد عیدین پر مسلمانوں کے ان پر شکوہ اجتماعات سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ’’تکبیر رب‘‘ ہے کہ ہم مسلمان اپنے اجتماعی معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کو بڑا تسلیم کریں، جس کی عملی صورت اسلام کا بطور دین نفاذ یا بالفاظِ دیگر اقامت دین ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کے قلوب کو اس اہم دینی فریضے کی طرف متوجّہ فرما دے۔ آمین

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ ،
يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس: انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات 97 تا 103

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ اے نبی ﷺ! ان سے فرما دیجیے کہ جو کوئی دشمن ہو جبرائیلؑ کا (یا دشمن بنے جبرائیلؑ کا)

جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی ان (یہود) کا عقیدہ بن گیا۔ اس وجہ سے کہ ان کے خیال میں آخری نبوت آنی تو ہمارے خاندان میں تھی لیکن جبرائیلؑ نے غلطی سے محمد (رسول اللہ ﷺ) تک پہنچادی۔ یہ صرف ان کا ہی عقیدہ نہیں ہے ایک اور بھی گروہ ہے جو غرابیہ کہلاتا ہے آج بھی اس کا عقیدہ ہے کہ اصل میں یہ فضیلت تو حضرت علیؓ کی تھی، محمد ﷺ تک غلطی سے نبوت پہنچ گئی۔ یہ عقیدہ یا تو انھوں نے یہود سے لیا ہے یا یہ کہ ان کی سوچ میں مشابہت موجود ہے۔ جو بھی انسانی سوچ کے دھارے ہوتے ہیں وہ چاہے نیکی کے ہوں یا بدی کے، ان میں مشابہت تو ہوتی چلی جاتی ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ تو وہ کلام جبرائیل نے اللہ کے اذن سے یا اللہ کے حکم سے آپؐ کے دل پر اتارا ہے

اپنی مرضی سے نہیں آئے۔ وہ کلام بھی ایسا کلام ہے کہ

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جو تصدیق کر رہا ہے اس سے پہلی کتابوں کی

تورات کی، زبور کی، انجیل کی۔ اگر غلطی ہوتی جبرائیل اپنی مرضی سے آیا ہوتا تو اس میں ایسی شان نہ ہوتی حالانکہ یہ کلام تو ایسا کلام ہے کہ ساری پرانی کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے جو نشانیاں آخری نبی کی تورات میں لکھیں تھیں وہ بھی پوری ہو رہی ہیں تو غلطی کہاں سے آ گئی۔

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ اور یہ کلام (جو بذریعہ جبرائیل اُترا ہے) ہدایت یعنی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور خوشخبری سناتا ہے اہل ایمان کو

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبرائیلؑ کا اور میکائیلؑ کا

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ تو اللہ بھی دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

جو دشمنی اپنے دل میں پالتا رہے اللہ کو بھی ایسے لوگوں سے دشمنی ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اور ہم نے اُتاریں آپ کی طرف واضح نشانیاں

وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اور نہیں انکار کرتے مگر جو نافرمان ہیں۔

نا ہنجار ہی ان آیتوں کا اور اس کلام کا انکار کر رہے ہیں۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اور جب کبھی انھوں نے کوئی وعدہ کیا (کوئی قول وقرار باندھا) تو ان میں سے ایک جماعت نے اس کو پھینک دیا

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ بلکہ اکثر ان میں سے یقین ہی نہیں کرتے۔

یعنی یہ اہل کتاب ایسے ہیں کہ جب کبھی انہوں نے اللہ سے کوئی وعدہ کیا ہے ان میں سے ایک گروہ ایسا نکلا ہے کہ اس نے اس کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے اس کی قدر نہیں کی اس کی پرواہ ہی نہیں کی کہ اللہ سے کوئی وعدہ کیا ہے۔ اکثریت ان کی اس طرح کی ہے کہ ایمان نہیں رکھتی۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جب پہنچا اللہ کی طرف سے ان کے پاس رسول

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرتا ہوا اس کی جو ان کے پاس ہے۔

یہ خاص شان ہے اللہ کی کتابوں کی۔ اس لیے کہ یہ ایک ہی گولڈن چین ہے۔ تمام انبیاء اسی ایک لڑی میں پروئے ہیں اور تمام کتابیں جو اللہ کی طرف سے آ رہی ہیں وہ ایک ہی سلسلۃ الذہب کا ایک حصہ ہیں۔ لہٰذا جو بھی کتاب آتی رہی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی

ہوئی آئی۔ انجیل آئی تو وہ پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہوئی آئی قرآن آیا تو وہ بھی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوا آیا اور جو اس میں انہوں نے تحریف کر دی اس کی اصلاح کرتا ہوا آیا۔ تو یہ بار بار آپ کو قرآن مجید میں ملے گا کہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یا مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ تصدیق کرنے والا اس کی جو ان کے پاس پہلے سے موجود ہے۔

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب میں سے

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ اللہ کی اس کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے۔

جیسے کمر پر بوجھ اٹھاتے ہیں ایسے پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ پھر اٹھائے ہوئے بھی ہیں لیکن سامنے بھی نہیں۔ کتاب کو سامنے رہنما بنانا چاہیے اس کو پڑھنا چاہیے اس کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے لیکن انہوں نے پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ مفہوم یہ کہ اس پر عمل نہیں کیا، حامل بنے ہوئے ہیں کہ ہاں ہم کتاب کو اٹھائے ہوئے ہیں لیکن عمل نہیں کر رہے اس کو اپنا رہنما نہیں بنا رہے۔

كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ گویا کہ وہ اس کتاب کو جانتے ہی نہیں ہیں۔

اب حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو بہت بڑی مملکت قائم ہوئی تھی اس کے دو واقعات کا ذکر ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ مملکت قائم تھی:

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ اور انہوں نے اِتباع کیا اس علم کا جو شیطان پڑھتے تھے سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے وقت۔

جِنّ واِنس میں سے شیاطین لوگوں کو جادو اور ایسا علم سکھاتے تھے جو راہِ ہدایت سے دور ہی کرتا ہے۔ جیسے آج بھی نقشِ سلیمانی کے نام سے بہت سارے تعویذ اور گنڈے قسم کی چیزیں مل جائیں گی۔ یہ وہی علم ہے جو سینہ بہ سینہ وہاں سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے دور میں شیاطین یہ علم لوگوں کو سکھاتے رہے۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔

انھوں نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر ان چیزوں کے پیچھے لگ جائیں یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان کے خلاف ہے۔ اگرچہ نام انہیں کا استعمال ہو رہا ہے آج بھی جو نقشِ سلیمانی کے نام سے چیزیں ملتی ہیں وہ نام حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہی استعمال ہو رہا ہے

MISUSE ہو رہا ہے لیکن اللہ نے قرآن مجید میں ان کی برأت کر دی ہے کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس گمراہی میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا   لیکن شیاطین نے کفر کیا تھا

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ   وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو۔

اور جادو کے ذریعے سے تو وہی ہوتا ہے کہ محبوب آپ کے قدموں میں، اور فلاں کام چٹکی میں، اور آن واحد میں سارے مسائل حل، کامیابی آپ کا قدم چومے گی۔ یہ سارے وہ مسائل ہیں جن کا حقیقت سے دور کا واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ دنیا تو بہر حال محنت پر، EFFORT پر قائم ہے جو جتنی محنت کرتا ہے کوشش کرتا ہے پا لیتا ہے اب اس سے جی چرا کر کوئی شاٹ کٹ ایجاد کر لیا جائے تو اس میں سوائے اس کے کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے اور کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ   اور انہوں نے اس علم کا اتباع کیا جو اُترا تھا دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر بابل میں۔

بابل شہر عراق کے علاقے میں تھا یہ وہ دور ہے کہ جب بخت نصر بادشاہ نے حملہ کیا اور یہودیوں کو غلام بنا کر عراق کے پاس لے آیا تھا جہاں اس کی سلطنت تھی وہاں اس نے ان کو غلام بنا کر رکھا۔ یہ بنی اسرائیل کا جو ڈیڑھ سو سال غلامی اور CAPTIVITY کا دور تھا اس میں ایسے علوم پروان چڑھے تھے۔ وہاں ان کی تورات گم گئی تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ دو فرشتے اللہ کی طرف سے امتحان اور لوگوں کے لیے ایک آزمائش بن کر اُترے تھے ہاروت اور ماروت ان کا نام تھا اور وہ لوگوں کو یہ چیز سکھاتے تھے لیکن صاف کہتے تھے کہ مت سیکھو، ہم اللہ کی طرف سے تمہارے لیے آزمائش بن کر اُترے ہیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ   اور نہیں سکھاتے تھے دونوں فرشتے کسی کو

حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ   یہاں تک کہ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کی طرف سے تمہارے لیے آزمائش بن کر آئے ہوئے ہیں تم کفر نہ کرو۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا   تو وہ سیکھتے رہتے تھے ان دونوں فرشتوں سے

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ   ایسا علم کہ جس کے ذریعے وہ شوہر اور بیوی کے

درمیان ناچاقی پیدا کردیں۔

اب ایک عورت کا گھر صحیح طریقے پر بستا ہے لیکن وہ علم ایسا ہے کہ اس عورت کا گھر وہاں سے برباد کردیا جائے، کسی اور کے ساتھ اس کا معاشقہ ہوا، دوستی ہوگئی وہ وہاں چلی گئی۔ اس کا گھر وہاں سے برباد ہوگیا یہ ایسا علم ہے جو میاں بیوی کے درمیان لڑائی پیدا کردے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے مگر اللہ کے حکم سے۔

یہ توحید کا بیان ہے۔ اللہ کے حکم سے اس میں تاثیر تھی از خود اس میں کوئی تاثیر ممکن نہیں تھی۔ یہ جادو میں اثر ہوتا ہے ہم مانتے ہیں لیکن اللہ کے حکم سے ہے، اللہ کے حکم سے ماوراء اس میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اس دنیا کو اللہ نے دارالامتحان بنایا ہے اس میں کوئی آدمی نیکی کا کام کرنا چاہے تب بھی آزاد ہے برائی کا کام کرنا چاہے چوری کرنا چاہے ڈاکہ ڈالنا چاہے قتل کرنا چاہے تو بھی آزاد ہے، ہاتھ تو کوئی نہیں روکتا۔ آزادی ہے تبھی تو اس کا آخرت میں حساب کتاب ہے اگر برائی کرنے سے ہاتھ روک دیا جائے تو پھر حساب کتاب کیسا؟ سزا جزا کیسی؟ یہ تو انسان نیکی کمانے کے لیے بھی آزاد ہے برائی کمانے کے لیے بھی آزاد ہے۔

وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ اور وہ سیکھتے تھے ان سے وہ جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے۔

نقصان دہ چیزیں تو سیکھتے رہتے تھے اور نفع کی چیزیں جو ہونی چاہیے تھیں تورات کا سیکھنا، تورات کا علم، دین کا علم، نیکی کا علم وہ نہیں سیکھتے تھے۔

وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ اور وہ خوب جان چکے تھے کہ جس نے اختیار کیا ہے جادو کو اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے بیچا اپنے آپ کو اگر ان کو کوئی علم ہوتا۔

یعنی جن ACTIVITIES میں انھوں نے اپنے آپ کو لگایا اپنا وقت برباد کیا پیسہ بھی لگاتے ہوں گے صلاحیتیں بھی لگاتے ہوں گے کاش انہیں معلوم ہوتا کہ کتنی اچھی چیز دے کر انہوں

نے یہ بری چیز خریدی ہے۔اسی وقت میں وہ نیکی کما سکتے تھے تورات سیکھ سکتے تھے آخرت بنا سکتے تھے اور اللہ کو راضی کر سکتے تھے لیکن وہی صلاحیتیں لگا کر انہوں نے یہ کام سیکھا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں بہت بہتر

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ کاش ان کو اس کی سمجھ ہوتی۔

آیات 104 تا 112

اب آگے آیت نمبر 104 میں بھی یہود کے کرتوت اور ان کی شرارتوں کی طرف اشارہ ہے کہ یہود کا بھی اور منافقین جو یہود کے ساتھ ملتے جلتے رہتے تھے ان کا طرز عمل بھی یہ تھا جب محمد رسول اللہ ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتے تھے (عربوں کے ہاں رواج یہ تھا کہ جب کوئی آدمی اہم گفتگو کر رہا ہوتا اور بات سمجھ میں نہیں آتی کسی وجہ سے پھر جس طرح آج ہم کہتے ہیں کہ ذرا مہربانی کیجیے دہرا دیجیے PARDON یا EXCUSE ME اس طرح کے الفاظ ہماری زبان میں ہیں مجلسی زندگی میں ان کے ہاں رَاعِنَا کا لفظ بولا جاتا تھا جس کا ترجمہ ہے ذرا ہمارا لحاظ کیجیے یعنی دوبارہ بات دہرا دیجیے، سمجھ میں نہیں آئی REPEAT کر دیجیے) یہود کی شرارت یہ تھی کہ رَاعِنَا کو رَاعِيْنَا کر کے پڑھ دیتے تھے اس کا ترجمہ ہوتا ہے ہمارا چرواہا۔ گویا کہ انہوں نے اپنے طور پر نبی اکرم ﷺ کی INSULT کر دی بے عزتی کر دی۔ اور کہتے اس طرح تھے کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا تو کہتے تھے صاحب ہم نے رَاعِنَا کہا ہے، آپ کو سننے میں غلطی ہوگئی، آپ کا قصور ہو سکتا ہے ہم نے تو رَاعِنَا ہی کہا ہے۔ وہ الفاظ کو اس طریقے پر لوچ دے کر ادا کرتے تھے۔ اس طرح کے مزاج ہوتے ہیں انسانی شخصیتوں کے، وہ کردار ہمارے دائیں بائیں بھی ہوتے ہیں کہ وہ اس طریقے پر دوسروں کی INSULT کر کے اس سے ایک لذت اور حظ محسوس کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس لفظ کو ترک کرنے کا حکم دے دیا کہ تم رَاعِنَا کہو ہی نہیں، جس سے دو معنی نکلنے کی گنجائش ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا اے اہل ایمان تم رَاعِنَا کہا ہی مت کرو

وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا اور اُنۡظُرۡنَا کہا کرو اور سنتے رہو۔

اُنۡظُرۡنَا کے معنی ذرا مہلت دیجیے، انتظار کیجیے، ذرا ہماری طرف توجہ کیجیے۔

اصل بات یہ ہے کہ سنتے رہو تا کہ دوبارہ REPEAT کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے

یعنی ایسے کافروں کے لیے جو یہ روش اختیار کرتے ہیں جو اوپر بیان کی گئی، بڑا دردناک عذاب ہے جو ان کا انتظار کر رہا ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَلَا الۡمُشۡرِكِيۡنَ دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے اور نہ مشرکوں میں سے

اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل ہوتا رہے۔

قرآن نازل ہوتا رہے وحی نازل ہوتی رہے ہدایت نازل ہوتی رہے۔ اہل کتاب اور مشرکین یہ نہیں چاہتے ان کی خواہش نہیں ہے ان کی خواہش ہے کہ یہ سلسلہ بند ہو جائے۔

وَاللّٰهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے۔

یعنی اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو چنا ہے اے مسلمانو! تمہیں ان کا ساتھی بنایا ہے یہ اللہ کا خاص فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے

وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۰۵﴾ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا ہم منسوخ کرتے کوئی آیت (کوئی حکم) یا وہ بھلا دیتے ہیں

نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا تو ہم لے آتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر (کوئی حکم)

یہ بھی یہود کا ایک اعتراض تھا کہ اللہ نے ایک کتاب نازل کی۔ اللہ تعالیٰ بار بار یہ کتابیں نازل کیوں کرتا ہے، پہلے اور احکام تھے اب اور احکام آ گئے، جب سب کا ایک ہی SOURCE ہے اور انسان بھی وہی ہیں پھر اللہ تعالیٰ یہ کیوں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ جیسے آگے ذکر آئے گا کہ یہود کے ہاں قبلہ بیت المقدس ہے جو یروشلم میں ہے پہلے مسلمان بھی اس کی طرف منہ

کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اگرچہ عالم انسانی کا قبلہ اوّل یہی بیت اللہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے، قرآن مجید میں اس کا اسی طرح ذکر کیا گیا ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ لیکن یہود بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، جب تک واضح حکم نہیں آیا اس وقت تک مسلمان بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو اس میں ایک سوال ہوا کہ اللہ نے وہ حکم کیوں منسوخ کر دیا اگر پہلا قبلہ صحیح تھا تو اب کیا ہو گیا اگر پہلا غلط تھا اور اب صحیح ہے تو پھر پرانی نمازیں کہاں گئیں پہلے کی کی ہوئی عبادت کہاں گئی۔ اس پر اللہ نے فرمایا ہے: ہم کوئی آیت یا کوئی حکم منسوخ کرتے یا وہ بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کے برابر کوئی حکم لے آتے ہیں۔ یہ اللہ کی شان ہے اللہ کو معلوم ہے۔ نسل انسانی جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہے۔ ایک دور وہ تھا کہ انسان غاروں میں رہتا تھا، نہ اس کو کھیتی باڑی کا طریقہ آتا تھا نہ لباس بنانے کا اور نہ کوئی اس کے پاس ٹیکنالوجی تھی، جنگل میں جانوروں کا شکار کیا، کھایا اور درختوں کے پتوں سے ستر ڈھانپا۔ پھر آگے بڑھا ہے اور اس نے ترقی کی کپڑا بنانا سیکھا، لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، پہیہ ایجاد کر لیا، مشینری ایجاد کر لی، مزید آگے بڑھا ترقی کی ٹیکنالوجی میں آگے بڑھ گئے تو جوں جوں انسانی تجرباتی اور مادی علم آگے بڑھا ہے اسی طرح انبیاء و رُسل کے ذریعے سے تعلیمات آتی رہیں۔ اب حضرت آدم علیہ السلام کے دور کا انسان جو غاروں میں رہتا تھا اس کے لیے یہ قرآن نازل کر دیا جاتا تو ان کے لیے بہت ہی بے فائدہ چیز ہوتی کیونکہ نہ وہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے نہ وہ سمجھ سکتے تھے نہ اس کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے تھے۔ درجہ بدرجہ جیسے جیسے انسانی علم آگے بڑھا ہے اللہ تعالیٰ نے اسی طریقے پر لوگوں کی ذہنی سطح اور استعداد کے مطابق احکام بھی اُتارے۔ کتابیں یعنی لکھی ہوئی اور تحریری ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس وقت نازل کرنا شروع کی جب لوگوں نے لکھنا پڑھنا ایجاد کر لیا ورنہ لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے لوگوں کے سامنے تحریری ہدایت اتارنا بیکار ہو جاتا۔ اب یہود پر جو تورات اتری ہے اس کے دو ہزار سال بعد قرآن اترا ہے تو ظاہر بات ہے کہ دو ہزار سال میں انسانی علم نے کہیں سے کہیں ترقی کر لی اب اس میں جو بھی اس وقت کے حالات تھے اس کے مطابق احکام میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ اگرچہ بہت تھوڑی تبدیلی ہے بہرحال اللہ جانتا ہے کہ کیا حکم اس میں منسوخ کرنا ہے کیا برقرار رکھنا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۶﴾ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے۔ اس کا ملک ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

اللہ نے ہی یہ کائنات بنائی ہے اور اسی کا حق بھی بنتا ہے کہ اس کا مالک ہو اس کا بادشاہ ہو اور واقعتاً ہے بھی وہی اسی نے کائنات کو بنایا ہے اسی کا حق بنتا ہے کہ اس پر حکمرانی کرے اور واقعتاً وہی حکمران بھی ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہیں ہے کوئی مددگار۔

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ کیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت زیادہ سوال کیے گئے تھے۔

یعنی اے مسلمانو! تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال نہ کیا کرو بحث ومباحثہ کھود کرید نہ کیا کرو جیسے پہلے یہود کا واقعہ گائے کے بارے میں آ گیا کہ اگر وہ پہلے حکم پر کوئی معقول سی گائے ذبح کر دیتے بات پوری ہو جاتی لیکن کھود کرید کر کے اپنے آپ کو مشکل میں ڈالا۔ تو یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانو! تم اپنے رسول سے زیادہ سوال نہ کیا کرو۔

وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ اور جو کوئی ایمان دے کر اس کے بدلے کفر لے لے یعنی ایمان ضائع کر دے اور کفر کما لے دنیا میں

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۰۸﴾ تو وہ تو سیدھے راستے سے بہت بہک گیا۔

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ بہت سے اہل کتاب کے دل تو یہ چاہتے ہیں۔

ان کی خواہش ہے اہل کتاب کی یہود کی کہ

لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا ایمان لانے کے بعد تم کسی طرح دوبارہ کفر میں چلے جاؤ۔

ایسی سازشیں کرتے رہتے ہیں اس طریقے پر لوگوں کو بدظن کرتے رہتے ہیں کہ وہ تو یہ

چاہتے ہیں کہ ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبے گے، ہم تو جہنم میں جائیں گے ہی یہ مسلمانوں کو بھی کسی طرح گمراہ کر کے چھوڑا جائے۔ یہ کس لیے ہے:

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ان کے سینوں میں جو حسد کی آگ ہے اس کی وجہ سے

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ اس کے بعد کہ ظاہر ہو چکا ہے ان پر حق۔

وہ جانتے ہیں پہچانتے ہیں لیکن اس کے باوجود حسد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کو حکم دیا کہ

فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تم ان سے درگزر کرو ان سے اعراض کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے۔

اس لیے کہ ابھی مکے والوں سے نمٹ لیں یہ محاذ بھی کھول لیں گے تو پھر نتیجہ نہیں نکلے گا ابھی جنگ بدر ہو جائے جنگ اُحد ہو جائے جنگ خندق ہو جائے اس کے بعد ایک ایک کر کے ان سے نمٹیں گے۔ یہ سن 2 ہجری کی بات ہے اور سن 6 میں فتح خیبر ہو گئی اور یہود کے تینوں قبیلے نکال دیے گئے گویا کل چار سال کی بات ہے لہٰذا فی الحال آپ انتظار کیجیے ان سے درگزر کیجیے اور ان کو خیال میں نہ لائیے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ اور جو کچھ تم اپنے واسطے آگے بھیجو گے بھلائی میں سے

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ تم اللہ کے ہاں اس کو پالو گے۔

جو پیسہ جو وقت جو صلاحیت آخرت کے لیے لگاؤ گے وہ سب چیزیں اللہ کے ریکارڈ میں درج ہوں گی وہاں تم پالو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے

وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے مگر صرف وہی جو یہودی ہیں یا نصرانی ہیں۔

یعنی یہودی اور نصرانی اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ جنت میں تو صرف یہودی جائیں گے یا نصرانی

جائیں گے کوئی اور نہیں جائے گا۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ ان کی آرزوئیں (WISHFUL THINKING) ہیں

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾ اے نبی آپ کہہ دیں کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو

اصل حقیقت کیا ہے؟ وہ اس سے اگلی آیت میں قرآن بیان کر رہا ہے کہ جنت میں کون لوگ جائیں گے۔ جنت میں وہ لوگ جائیں گے جو

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جس نے تابع کرلیا اپنا چہرہ اللہ کے لیے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ محسن (احسان کی روش اختیار کرنے والا) ہے۔

فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا اس کے رب کے پاس۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ اور نہ اس کے لیے کوئی خوف ہوگا نہ غمگینی ہوگی۔

بقیہ از مطالعہ سورۃ الکھف

ظاہر کر دیا۔ سب کچھ دیکھ لیا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر اس پر ایمان نہ لائے۔ کلام الٰہی سنا لیکن فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ دل کی طرح ان کے کانوں پر بھی پردہ تھا۔ ان کی عقل ماری گئی۔ پیغمبروں کی یاد دہانی اور نصیحت بھی ان کی آنکھیں نہ کھول سکی۔ لہٰذا ابدی خسارہ ان کا مقدر بن گیا۔

☆ آج کی مادی ترقی کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر رہی ہے۔ اس نے اللہ کی یاد سے آنکھوں پر پردہ ڈال کر انسان کو غافل کر دیا ہے۔ آج کا انسان سب کچھ سمجھ رہا ہے لیکن ایمان و ہدایت سے نابلد ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے لیکن قدرتِ الٰہی سے اندھا بنا بیٹھا ہے۔ اس محرومی اور گمراہی کا سبب مادیت پرستی، دین بیزاری، حلال سے بے پرواہی، حرام میں ملوث ہونا اور انسانی حاکمیت ہے جس کا جامع ترین عنوان ''دجالیت'' ہے۔ اس دجالیت نے آج پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور انسانوں کی عظیم اکثریت کو حقیقت سے دور اور غفلت کا شکار کر دیا ہے۔ اس وقت دنیا اسی رو میں بہتی ہوئی مسیح دجال کے ظہور کی طرف تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے ظہور کے بعد یہ اندھا بہرا کر دینے والا فتنہ اپنے عروج کو پہنچ جائے گا۔

(جاری ہے)

یہ قربانی کیا ہے؟

حافظ عطاء الرّحمٰن

ذی الحجہ کے مبارک مہینے کے چند متعیّن دنوں میں ارکانِ اسلام میں سے 'حجِ بیت اللہ' مکّہ مکرّمہ اوراس کے قریب کے علاقہ میں ادا کیا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے اس مہینہ کی دسویں تاریخ کو ساری دنیا کے مسلمان عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ اس عید کی امتیازی شان 'قربانی' کی عبادت ہے، جو دنیا بھر کے مسلمان بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ قربانی کی ظاہری صورت تو سب پر واضح ہے کہ جس جانور میں قربانی کی شرائط پائی جائیں اسے نمازِ عید کے بعد ذبح کیا جاتا ہے، لیکن قربانی کی حقیقت اور مقصد کیا ہے؟ یہ عام طور پر ذہنوں میں نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ محض ایک رسم یا تہوار کے طور پر قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کی روح اکثریّت کے دل ودماغ میں نہیں ہوتی اور جو صورتِ حال ہے اس پر علامہ اقبال کا یہ قول صادق آتا ہے:

رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

ذیل کی سطور میں قربانی کی حقیقت اور مقصد کے بیان میں چند باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

1 قربانی۔ سُنّتِ ابراہیمی کی یادگار ہے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کی حقیقت دریافت کی کہ مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ یعنی اے اللہ کے رسول! آپ کے حکم پر ہم جو عید الاضحیٰ کے

موقع پر جانور قربان کرتے ہیں، ہمیں یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا:

سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم "یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت ہے"

گویا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے جس میں انھوں نے اللہ کا حکم پورا کرنے کی خاطر، اپنے نوعمر بیٹے کو قربان کرنے کے لیے اِن کے گلے پر چھری رکھ دی تھی۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں من جانب اللہ بہت سے امتحان آئے وہ ان تمام امتحانوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق پورے اُترے۔ انہوں نے اللہ کے دین 'اسلام' کو دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنی جان و مال، اپنی قوم وطن، اپنے والد اور رشتہ دار، اپنے جذبات اور اپنا سب قربان کر دیا۔ جب آپ پر بڑھاپا طاری ہو گیا اور آپ کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی تو آپ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے بعد میرے مشن کو کون سنبھالے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اے میرے ربّ! مجھے صالح بیٹا عطا فرما)، اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرما دیا، جس کا نام ماں باپ نے اسماعیل رکھا۔ اِدھر یہ بوڑھا باپ اپنے بیٹے کو جوان ہوتے ہوئے دیکھ کر فطری طور پر اس سے اُمیدیں وابستہ کر رہا تھا اُدھر قدرت کی طرف سے ایک آخری امتحان، اُمیدوں، جذبوں اور تمناؤں کا امتحان، ابھی باقی تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ کا حکم مقدم ہے یا اپنا بیٹا؟۔ چنانچہ جب بیٹا گھر کے کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچا تو خواب میں حکم ہوا کہ اس بیٹے کو قربان کر دو!۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا کہ شاید زمین و آسمان پر سکتہ طاری ہو گیا ہو، لیکن بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش آئی نہ ہی بیٹے کے صبر وتحمل میں کوئی کمی ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ O وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ O قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ O اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ O وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ O (37:103-107)

"جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے

ہیں۔ بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی اس کا فدیہ دے دیا‘‘

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ اتنا عظیم ہے کہ اس کی کوئی نظیر کہیں بھی نہیں پیش کی جاسکتی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس بہت بڑے صبر آزما حکم کے سامنے بھی سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف مینڈھا بھجوادیا کہ یہ جانور حضرت اسماعیل کے فدیے میں قربان ہو جائے۔ قربانی کی یہ سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جاری کردہ ہے اور ہمیں ان کے اِتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں یہ جذبہ تازہ ہو کر برقرار رہتا ہے کہ ’بندۂ مسلم‘ کو ہر وقت اپنی محبوب ترین چیز اپنے ربّ کی رضا کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

2 قربانی ۔ نعمتِ الٰہی پر شکر گزاری کا ذریعہ

قرآن مجید میں قربانی کا ایک مقصد یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لیے قربانی کا ایک طریقۂ عبادت مقرر فرمایا ہے تاکہ اس کے بندے اس کے بخشے ہوئے چوپایوں کو اس کے حضور نذرانہ کے طور پر پیش کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ...... (34:22)

’’اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لیے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چوپائے ان کو اس نے دیے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں‘‘۔

اور ارشاد فرمایا:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (36:22)

’’تم ان (قربانی کے جانوروں کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے ان (مویشی) کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو‘‘

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے انسانوں سے کئی گنا طاقتور اور عظیم جُثّہ والے جانوروں (گائے، بیل اور اونٹ) کو انسانوں کے ایسے تابع فرمان کر دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں؛ ان سے سواری کا کام لیتے ہیں، مال برداری کے کام لیتے ہیں، ان کے دودھ، گوشت، کھال، بال اور اُون ہر چیز سے بیش از بیش فائدے اٹھاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو بڑے جانور تو دور کی بات ہے کسی چھوٹے سے چھوٹے جانور کو بھی انسان اپنے تابع فرمان نہیں بنا سکتے تھے۔ قربانی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مویشی جانوروں کو ہمارے لیے مُسخّر کر کے جو ہم پر عظیم احسان کیا ہے اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔

پھر اس شکر ادا کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ اوّلاً قربانی کے وقت دل میں جذبہ کیا ہونا چاہیے۔ فرمایا:

لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ

''اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

یعنی اگر تم شکرِ نعمت کے جذبے کی بنا پر اور خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے قربانی کرو گے تو اس جذبہ اور خلوصِ نیت پر اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا اور تمہاری قربانی قبول فرمالے گا۔ ورنہ یہ خون اور گوشت تو یہیں دھرا رہ جاتا ہے۔۔ دوسرا یہ کہ ظاہراً زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے ان جانوروں کو قربان کیا جائے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَـكُمۡ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ ...... (37:22)

''اس طرح اس نے ان (مویشی) کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا ہے تا کہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرو''۔

یعنی اللہ کی بارگاہ میں ان جانوروں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کی عظمت اور کبریائی کا اعتراف کرو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں ان جانوروں کو قبلہ رو کر کے ان پر یہ تکبیر پڑھی جاتی ہے بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكۡبَر ۔ مزید براں آیت کے اس حصہ میں اس شکر کے اصل محرک کا بھی ذکر آ گیا ہے کہ یہ شکر اس بات کا بھی ہے کہ اللہ نے تمہیں 'اسلام' کی ہدایت بخشی ہے اور اسلام (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا) ہی وہ حقیقت ہے جس

کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے کی قربانی کر کے کیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جاری کردہ قربانی کی یہ سُنّت اب صرف مسلمانوں کے ہاں رہ گئی ہے۔

3 قربانی_ رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کا حصول

قربانی میں سنت ابراہیمی کے احیاء اور شکر ادا کرنے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَا تِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

(اے نبی) آپ کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے۔

نیز قربانی آخرت میں حصولِ اجر و ثواب کے جذبے سے کرنی چاہیے۔ قربانی کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب دیں گے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ یَوْمَ النَّحْرِ عَمَلاً أَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ، مِنْ ھِرَاقَۃِ دَمٍ، وَاِنَّـہُ لَیَـأْتِـی یَـوْمَ الْـقِیَـامَۃِ، بِقُرُونِھَا، وَأَظْلَافِھَا، وَأَشْعَارِھَا، وَاِنَّ الـدَّمَ، لَیَـقَـعُ مِـنَ الـلّٰـہِ عَزَّ وَجَلَّ، بِمَکَانٍ قَبْلَ أَنْ یَقَعَ عَلَی الْأَرْضِ، فَطِیبُوا بِھَا نَفْسًا (ابن ماجہ)

’’قربانی کے دن، ابن آدم کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ کو جانور ذبح کرنے سے زیادہ پسند ہو۔ اور قیامت کے دن یہ (قربان کیا ہوا جانور) اپنے سینگوں، اپنے کُھروں اور اپنے بالوں کو لے کر آئے گا (یعنی انسان کے اعمال کے ترازو میں ان چیزوں کو بھی رکھا جائے گا) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا تم کھلے دل سے قربانی کرو۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ:

فَمَا لَنَا فِیھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

’’اے اللہ کے رسول! اس قربانی میں ہمارے لیے کیا ہے؟

قَالَ: بِكُلِّ شَعرَةٍ، حَسَنَةٌ، قَالُوا: فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: بِكُلِّ شَعرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ (ابن ماجہ،عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جانور کے) ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی (کا ثواب)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! پھر اُون (کا کیا حساب ہے)؟ آپ نے فرمایا: اُون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے لیے ان جانوروں کا گوشت پوست ہے تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد آخرت میں حصولِ اجر وثواب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل کرنے، سنت ابراہیمی کا احیاء، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر اور آخرت میں حصولِ اجر وثواب کے لیے کرنی چاہیے اور جب قربانی ہوجائے تو اس کا گوشت خود بھی کھانا اور گھر والوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں، دوستوں اور غریبوں کو بھی کھلانا چاہیے۔ قربانی کرتے ہوئے دکھلاوے، سوسائٹی میں چرچے اور شہرت یا رسوائی سے بچنے یا محض گوشت کھانے کی نیت نہ کی جائے کیونکہ اس سے آخرت کا اجر وثواب ختم ہوسکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔ نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ أَمْوَالِکُمْ، وَلٰکِنْ یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُمْ وَ أَعْمَالِکُمْ (مسلم)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی حقیقت سے آشنا کردے۔ آمین

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

مطالعۂ سورۃ الکہف

6

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَہُمۡ سَدًّا ﴿۹۴﴾

’’پھر اس (ذوالقرنین) نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لیے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے‘‘۔

(1) مفسّرین اسے شمال کا سفر قرار دیتے ہیں اگرچہ قرآن وحدیث میں اس سمت کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ مورخین کے ہاں عام طور پر اس تیسری مہم کا ذکر نہیں ہے۔ ان کے بقول بابل کی فتح کے بعد وہ شمال مشرق کی سمت ایک سفر پر روانہ ہوا۔ غالباً اس کی منزل بحر خزر (کیسپین) کے مشرق میں ترکستان کی جانب تھی۔ اسی سفر میں دیوار (بند) کی تعمیر کا واقعہ پیش آیا۔ ایک رائے کے مطابق اسی سفر میں ذوالقرنین کا انتقال بھی ہوا۔ ایک رائے ہے کہ اس سے مراد آرمینیا اور

آذربائیجان کے علاقے ہیں جو ایران کے شمال کی جانب ہیں۔ دو دیواروں سے مراد دائیں اور بائیں پہاڑی سلسلے ہیں جو دو دیواروں کی طرح متوازی چلتے ہیں۔

(2) زبان کا فرق ہونے کی وجہ سے اس علاقے کے لوگوں کے لیے بات سمجھنا ممکن نہ تھا۔ کسی ترجمان یا کسی اور ذریعے سے ان سے گفتگو ہوئی۔ یہ کوئی پسماندہ قوم تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ذوالقرنین ایک بڑا فاتح ہے اور قوت اور ٹیکنالوجی سے واقف ہے۔ چنانچہ اس کے غیر معمولی اسباب و وسائل دیکھ کر انھوں نے درخواست پیش کی کہ یاجوج ماجوج نے ہماری ملک میں تباہی مچا رکھی ہے وہ قتل و غارت کرتے رہتے ہیں۔ آپ اس درے کو بند کر کے ایک دیوار تعمیر کر دیں تا کہ ادھر سے حملہ کرنے کا موقع باقی نہ رہے اور ہماری تکالیف کا سد باب ہو جائے۔ وہ لوگ یہ کام کرنا نہیں جانتے تھے یا ان کے پاس وسائل نہیں تھے اس لیے انہوں نے ذوالقرنین سے اس کی درخواست کی۔ ان کے خیال میں ذوالقرنین کے پاس اس کے وسائل اور تکنیک تھی۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں مختلف آراء ملتی ہیں۔ ☆ یہ نسل انسانی میں سے دو نہایت فسادی اقوام ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں جانے والے یاجوج ماجوج میں سے زیادہ ہوں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق نسل انسانی سے ہے۔ ☆ یہ شاید انسانوں اور جنوں کے درمیان کی ایک برزخی مخلوق ہیں۔ حدیث کے مطابق حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک جزیرے پر دجال کو دیکھا تھا شاید اس کا اسی قوم سے کوئی تعلق ہو۔ ☆ یاجوج ماجوج کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا اس لیے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یاجوج ماجوج سے مراد چینی، روسی، جاپانی اور منگول اقوام لیتے ہیں۔ یاجوج یاجوج کے دنیا میں پھیل جانے سے مراد سیاسی غلبہ نہیں ہے بلکہ قتل و غارت ہے جس کے بعد سب آن واحد میں وبائی مرض میں لقمہ اجل بن جائیں گے۔ ☆ بائبل کی رو سے اکثر مفسرین نے انہیں یافث بن نوح کی نسل قرار دیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے یافث کی نسل وسطی ایشیا اور روس کے علاقوں میں آباد ہوئی۔ گاگ اور میگاگ ان کے بدلے ہوئے الفاظ کی شکل ہیں۔ عربی لفظ ''تموج'' اور ''اجاج'' سے مراد انتہائی فسادی اور لڑاکا ہے۔ وسطی ایشیا سے یہ لوگ یورپ گئے۔ چنانچہ تحقیق کے مطابق چین، ہند چینی، روس، سکنڈے نیوین ممالک، مغربی یورپ کے اینگلو سیکسن، شمال مشرقی یورپ اور صحرائے گوبی کے لوگ یافث کی نسل میں سے ہیں۔

آج سے سینکڑوں سال قبل انہوں نے ہی نوآبادیاتی نظام کی شکل میں دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑا تھا جس میں سے اکثریت مسلم ممالک کی تھی۔ یہ بعض وجوہات کی بنا پر پسپا ہوئے اور ان کے تسلط سے ممالک آزاد ہوئے تاہم بالواسطہ دنیا پر قبضہ آج بھی انہی کا ہے۔ آج انہوں نے مالیاتی حصار میں پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ پوری دنیا ایک اعتبار سے آج بھی ان کی غلام ہے۔ یہ لوگ آرمیگاڈان میں حصہ نہیں لیں گے بلکہ چین اور ہندچینی کی طرف سے اس علاقے پر یلغار کر کے بے پناہ تباہی مچائیں گے۔ اس سے قبل بھی تاریخ کے مختلف ادوار میں یاجوج ماجوج کے ریلے متمدن آبادیوں (ایشیا اور یورپ) پر حملے کرتے رہے ہیں۔ ان کا آخری اور تباہ کن ریلہ قربِ قیامت میں نکلے گا۔ حدیث مبارکہ کے مطابق وہ ہر بلند جگہ سے دوڑے آئیں گے۔ کسی میں ان کے مقابلے کی سکت نہ ہوگی۔ مسلمان ان سے عاجز آجائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اللہ کی طرف) رغبت کریں گے۔ تو اللہ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کردے گا تو وہ ایک جان کی موت کی طرح سب ہلاک ہوجائیں گے۔

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا
﴿٩٥﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّىٰ
إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

”اس نے کہا کہ جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لاکر دو۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ۔ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہوگئی تو اس نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا“۔

ذوالقرنین ایک صالح حکمران تھا۔ اس نے پہلے ہی اپنی حکومت کے مقاصد کا اعلان کردیا تھا یعنی زمین سے ظلم اور فساد کو جڑ سے اُکھاڑ کر ختم کردینا۔ اس نے کہا کہ تم کیونکہ میری رعایا ہو لہٰذا یہ میری ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی رعایا کو فسادیوں کے حملوں سے بچاؤں۔ اس کام کے لیے تم سے علیحدہ چندہ لینا یا ٹیکس لگانا جائز نہیں۔ میرے پاس ملکی خزانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا

بہت کچھ ہے۔ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے شر کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا یہ طریقہ بتایا کہ اس گزرگاہ کو ہی ختم کر دیا جائے۔ گزرگاہ ختم ہونے سے یاجوج ماجوج دوسری طرف محصور ہو کر رہ جائیں گے اور ادھر آ نہیں سکیں گے۔ اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لیے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں اطراف کے پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دی جائے۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے تمہارے چندے یا ٹیکس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس کام کے لیے ہاتھ پاؤں سے ہماری مدد کرو یعنی افرادی قوت اور محنت تم فراہم کرو جبکہ وسائل ہم فراہم کریں گے۔ اس دیوار کے بارے میں دو آراء ہیں: (۱) یہ دیوار پتھر اور اینٹ کی بجائے لوہے کی بنائی گئی جس کے لیے لوہے کے تختوں کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ ان لوہے کے تختوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک رکھ کر حکم دیا کہ آگ دھونکو۔ جب وہ آگ کی طرح سرخ ہو گئے تو تانبا پگھلا کر اوپر ڈال دیا۔ تانبا پگھلا کر اس لیے اوپر ڈالا تاکہ درزوں اور جوڑوں میں بیٹھ جائے اور ساری دیوار جم کر ایک پہاڑ کی طرح ہو جائے۔ ایسی دیوار بنانے کے لیے ذوالقرنین کے پاس اسباب و وسائل تھے یا اس نے اسے خرقِ عادت سرانجام دیا جسے ذوالقرنین کی کرامت کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال انجینئرنگ کا ایک انتہائی شاندار عجوبہ تیار ہو گیا۔ چنانچہ دیوار بنانے سے دو قدرتی رکاوٹیں آپس میں مل گئیں اور یاجوج ماجوج کی راہ بند ہو گئی اور لوگ ان کے حملوں سے محفوظ ہو گئے۔ دورِ جدید میں بھی لوہے کی مضبوطی اور قوت میں اضافے کے لیے یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ لوہے میں ایک خاص مقدار میں تانبا ملانے سے اس کی قوت اور مضبوطی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو سکھائی تھی جو لوگ نہیں جانتے تھے۔ (۲) یہ دیوار بنی تو اینٹوں اور پتھروں کی ہی تھی تاہم اس کے اندر لوہے کی پلیٹوں کا بہت زیادہ استعمال ہوا جس سے اس کی مضبوطی میں اضافہ ہو گیا۔ بعض محققین کے مطابق یہ دیوار اس وقت روس کے علاقے داغستان میں دربند کے مقام پر بنائی گئی جو اب ٹوٹ چکی ہے۔ اس کے آثار اب بھی بحیرۂ کیسپین (Caspian Sea) کے مغربی ساحل کے ساتھ ہیں۔ یہ دیوار پچاس میل لمبی، انتیس فٹ اونچی اور دس فٹ چوڑی تھی۔ صدیوں پہلے لوہے اور تانبے سے ایسی دیوار تعمیر کرنا یقیناً انجینئرنگ کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو خیر کی ترویج، شر کے دفع کرنے اور انسانی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرنا ان کا درست استعمال ہے۔ یہ نعمتیں اللہ کے بندوں کے ہاتھوں میں ہوں گی تو ایسا کرنا

ممکن ہے بصورت دیگران سے شر کی ترویج کا کام ہوگا۔ آج یہ وسائل زیادہ تر شر کے فروغ کے لیے استعمال ہورہے ہیں۔ یہ دجالیت کی نشانی ہے کہ وسائل و اسباب شر پسندوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ بظاہر شر کے غلبے اور باطل کی ترقی کی وجہ سے اس کا مقابلہ ناممکن نظر آتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے دین سے وفاداری اس کام کو آسان کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذہن میں ایسے خیال ڈال دے یا کوئی اور غیبی اہتمام فرما دے یا ایسے وسائل عطا فرما دے جیسا کہ ذوالقرنین کے واقعے سے ثابت ہو رہا ہے تو اس سے باطل نظام کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے پجاریوں کو زیر کیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے دین سے بے وفائی پر یہ وعدہ نہیں ہے۔ اسی بے وفائی کا نتیجہ ہے کہ امت مسلمہ آج پوری دنیا میں ذلیل و رسوا ہے اور باطل کی ترقی اور ٹیکنالوجی کے سامنے سہمی بیٹھی ہے۔ کفر سے ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے منتیں کر رہی ہے اور اس کے لیے اپنے بے بہا وسائل صرف کر رہی ہے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

”(یہ بند ایسا تھا کہ) یاجوج و ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لیے اور بھی مشکل تھا۔ اس نے کہا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ مگر جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے“۔

ذوالقرنین نے ایک انتہائی مضبوط دیوار بنادی۔ اس نے دیوار بنا کر کہا کہ یاجوج ماجوج اس دیوار کو نہ تو عبور کرسکیں گے اور نہ اسے توڑ کر اس میں سے نکل آنا ان کے بس میں ہے۔ چنانچہ اس پسماندہ اور ضعیف قوم کو امن و سکون نصیب ہوا اور وہ فسادی اور شر پسند قوم کے حملوں سے ایک عرصہ کے لیے محفوظ ہوگئے۔ ذوالقرنین نے اس قدر عظیم الشان منصوبہ مکمل کر کے غرور و تکبر کا اظہار نہ کیا بلکہ اسے سراسر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق قرار دیا جس سے یہ رکاوٹ قائم ہوگئی۔ ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے جس خدمت خلق کی توفیق دی اس نے اسے اللہ کی رحمت قرار دے کر اسی کی طرف لوٹا دیا اور اس کی پناہ میں آکر عافیت حاصل کر لی۔ اس نے مزید وضاحت

کردی کہ اگرچہ یہ دیوار اپنی بناوٹ کے اعتبار سے انتہائی مضبوط ہے تاہم یہ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جب چاہے گا تو کوئی چیز اس کو فنا ہونے سے نہ بچا سکے گی۔ اس وعدے سے مراد دیوار کے خاتمہ اور تباہی کا وقت ہے۔ یہ وقت قیامت سے پہلے کا کوئی بھی زمانہ ہوسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وعدہ گزر چکا ہو۔ ایک رائے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کے قتل کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے اور اس وقت یہ روک ہٹالی جائے گی۔ وہ دیوار توڑ کر کثیر تعداد میں نکلیں گے جس کا شمار اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہوگا۔

☆ بڑے سے بڑا کام بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی احساس اور طرز عمل میں عافیت ہے۔ آج ٹیکنالوجی کی بدولت عقل کو دنگ کر دینے والی ایجادات اور دریافتیں ہو رہی ہیں لیکن بدقسمتی سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اس کے قریب ہونے کی بجائے اپنی قوتِ بازو پر ہی نازاں ہے۔ یہ ایجادات اسے اللہ تعالیٰ سے دور لے کر جا رہی ہیں اور اس کی مدہوشی میں اضافہ کر رہی ہیں۔ فتنہ دجال اسی ترقی اور مدہوشی کا نقطۂ عروج ہے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

''اور اس روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں اور صور پھونکا جائے گا اور ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے''۔

(1) یاجوج ماجوج دیوار توڑ کر بے شمار تعداد میں سمندر کی موجوں کی مانند ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے۔ جس طرح پانی کے دو بند ٹوٹ جائیں اور پانی باہم گتھم گتھا ہو جائے۔ اس کی شدت اور اضطراب سے ساری مخلوق ایک دوسرے میں گھس جائے گی اور ایک عالمگیر اور ہولناک فتنہ برپا ہو جائے گا۔ اس دور میں دو فتنے یکجا ہو جائیں گے۔ پہلا فتنہ دجالیت ہے جو مادہ پرستی اور فکر و نظر کی کجی ہے جس کی لپیٹ میں اس وقت انسانیت آئی ہوئی ہے۔ دوسرا فتنہ وحشی قوموں کا ہوگا جو دنیا پر چڑھ دوڑیں گی۔ آج ایٹم بم اور خوفناک اسلحہ کی وجہ سے پوری دنیا تباہی کے دھانے پر پہنچ چکی ہے۔ دنیا کے زیادہ تر وسائل اسلحہ جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ دنیا نے خود اپنی تباہی کے لیے بے پناہ اسلحہ اکٹھا کیا ہوا ہے جس سے دنیا سینکڑوں مرتبہ تباہ ہوسکتی ہے۔ لیکن کسی غیر مرئی طاقت (اللہ تعالیٰ کی قدرت) نے اسے روک کر رکھا ہوا ہے۔ جب یہ روک اور بندش ختم ہو جائے

گی تو دنیا آپس میں اس طرح ٹکرائے گی کہ جنگ عظیم اول اور دوم کھیل تماشہ لگے گی۔ شاید اس سورہ مبارکہ کی دوسری آیت میں ''بأسًا شدیدًا'' سے مراد یہی شدید جنگ ہے۔ اس جنگ کو اس کی ہولناکی کے باعث حدیث نبوی ﷺ میں ''الملحمة العظمٰی''، یعنی عظیم ترین جنگ اور عیسائی روایت میں ہرمجدون یعنی آرمیگڈن (Armageddon) کہا گیا ہے۔ اس جنگ کے بعد دنیا کا خاتمہ قریب ہوگا۔ احادیث نبویہ ﷺ کے مطابق یاجوج ماجوج کا فتنہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ ☆ یاجوج ماجوج کا ظہور قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ بالا خانے میں تھے اور ہم آپ سے نیچے کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہماری طرف جھانک کر دیکھا اور فرمایا تم کس بات کا تذکرہ کررہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ قیامت کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک دس نشانیاں ظاہر نہیں ہوں گی قیامت نہیں آئے گی: (۱) مشرق میں زمین کا دھنسنا، (۲) مغرب میں زمین کا دھنسنا، (۳) جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا، (۴) دھواں، (۵) دجال، (۶) زمین کا چوپایہ، (۷) یاجوج ماجوج، (۸) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، (۹) عیسیٰ ؑ ابن مریم کا نزول اور (۱۰) ایک آگ جو عدن کے آخری کنارے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکے گی'' (صحیح مسلم)۔

☆ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوار نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک موجود رہی اور آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہی اس میں شگاف پڑ گیا تھا۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں میرے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ عربوں کے لیے اس شر کے سبب تباہی ہے جو کہ قریب پہنچ چکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کا بند اس قدر کھول دیا گیا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں، انگوٹھے اور انگشت شہادت سے حلقہ بنایا۔ زینبؓ بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم ہلاک کر دیے جائیں گے جبکہ صالح (نیک) لوگ ہم میں موجود ہیں''؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں، جب فسق و فجور زیادہ ہو جائے گا (یعنی خیر کے مقابلے میں شر کا غلبہ ہو جائے)'' (متفق علیہ)

☆ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد یاجوج ماجوج کے ظہور کا زمانہ ہے۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں نکلیں گے کہ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں ہوگی۔ وہ بے انتہا تباہی پھیلائیں گے اور زمین کو اپنے شر اور فساد سے

بھر دیں گے۔ مسلمان ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوں گے۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ایک غیبی وبا ان پر مسلط ہو جائے گی۔ ان کی گردنوں میں کیڑا پڑ جائے گا جس کے باعث یاجوج ماجوج کا آن واحد میں خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا سے ان کا شر یا وجود ختم ہو جائے گا۔

(2) یاجوج ماجوج کی بپا کی ہوئی اس خوفناک جنگ میں سے لپٹی ہوئی قیامت بھی برآمد ہو جائے گی۔ قیامت کا بگل ہوگا یعنی صور پھونک دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب آنکھیں کھلیں گی تو تمام لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود پائیں گے۔ اگرچہ قیامت کا قریب آنا ہمارے حساب وشمار کے مطابق نہیں ہے۔ اس میں جتنا بھی وقت باقی ہے وہ بہت مختصر ہے۔

(3) لوگوں کے آپس میں گتھم گتھا ہونے کا جو تذکرہ اوپر ہوا ہے وہی منظر قیامت کا بھی ہوگا جب مختلف زمانوں، رنگوں اور علاقوں کے لوگ ایک وسیع میدان میں جمع ہوں گے۔ کروڑوں اربوں انسان کسی نظام اور ترتیب کے بغیر ہوں گے اور باہم دریا کی موجوں کی طرح ٹکرا رہے ہوں گے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کدھر کو بھاگ رہا ہے۔ سخت افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

"اور وہ دن ہوگا جب ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے۔ ان کافروں کے سامنے جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سننے کے لیے تیار ہی نہ تھے"۔

(1) سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں جمع کیے جائیں گے اور کافروں کے سامنے جہنم کو ان کی کمائی کے طور پر پیش کیا جائے گا تاکہ وہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیں۔ کافروں کی تخصیص اس لیے ہے کہ اصل میں جہنم ان کے لیے ہی تیار کی گئی ہے۔ اہل ایمان کا اصل ٹھکانہ جنت ہے تاہم اپنی بدعملی اور گناہوں کے باعث وہ بھی سزا بھگتنے کے لیے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔

(2) کفار کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھ کر بھی ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے۔ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اللہ کا کلام سننے کو تیار نہ تھے۔ آج کے انسان نے ایک پتے میں فیکٹری اور ایٹم کو تلاش کر لیا۔ کائنات میں جا کر اس کی وسعتوں کو چھان مارا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی انسان کو کہاں کہاں لے گئی اور اس نے انسان پر کیا کیا (باقی برصفحہ 19)

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت
پاکستان کی ناشکری

خورشید انجم
(مرکزی ناظم تربیت تنظیم اسلامی پاکستان)
کا ۶ مئی ۲۰۲۲ء کا خطابِ جمعہ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ
ظٰلِمُوْنَ ○ (النحل: 113-112)

قرآن مجید میں مکی سورتوں کا اہم ترین موضوع ''ایمان'' ہے یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مطابق ایمان کی دعوت دینے کے لیے قرآن مجید میں دوطرح سے استدلال کیا گیا ہے: تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بایام اللہ۔ تذکیر بآلاء اللہ سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، اُس کی قدرتیں، اُس کا فضل، اُس کے انعامات اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اُس کی صناعی، اُس کی خلاقی اور اُس کے احسانات کے ذریعے سے یاددہانی، جبکہ تذکیر بایام اللہ سے مراد اللہ کے دنوں کے حوالے سے یاددہانی ہے۔ اللہ کے دنوں سے وہ اہم اور عبرت ناک دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی قوموں کو تہس نہس کر دیا۔

درج بالا آیات سورۃ النحل کی ہیں۔ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور پھر لوگوں کو ان کی طرف توجہ دلا کر کہا ہے کہ ان پر غور وفکر کرو، تمہیں اللہ کی معرفت

حاصل ہوگی۔ نحل کے معنی ہیں ''شہد کی مکھی''۔ یعنی شہد کی مکھی کو دیکھو کہ جس کا چھتا انجینئرنگ کا شاہکار ہے اور یہ جو شہد تیار کرتی ہے اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ پھر دودھ کی پیدائش کو دیکھو کہ گائے بھینس کے پیٹ میں ایک طرف خون ہے اور ایک طرف گوبر، لیکن اس کے باوجود دودھ میں کوئی بساند نہیں، کوئی بو نہیں۔ اگر فریج میں کوئی بو والی چیز رکھ دی جائے جیسے مچھلی وغیرہ تو وہاں موجود ساری چیزوں کے اندر بو رچ بس کر رہ جاتی ہے۔ یہاں خون اور گوبر کے ساتھ ساتھ دودھ بہہ رہا ہے، لیکن کوئی ہلکی سی بھی بساند محسوس نہیں ہوتی ہے۔ سورۃ النحل میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی سورۂ مبارکہ میں آگے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ آیا ہے ___ حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مرتبہ آیا ہے اور بار بار فرمایا گیا کہ وہ ''حنیف'' یعنی اللہ کی عبادت میں یکسو تھے اور ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکین میں سے ہرگز نہیں تھے''۔ البتہ یہاں ایک دوسرا انداز ہے۔ فرمایا:

﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ اللہ نے انہیں چن لیا تھا اور سیدھے راستے کی طرف ان کو ہدایت دی تھی''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتوں کا بیان اور اس پر شکر کی روش اس سورۂ مبارکہ کا خاص اور اصل مضمون ہے۔

اسی حوالے سے اس سورۂ مبارکہ کی آیت ۱۱۲ میں ایک بستی کی مثال دے کر ہماری تذکیر کی گئی ہے۔ آج کی نشست میں ہم اس آیت کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً

''اور اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتے ہیں ایک بستی کی''

كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

''جو بہت امن وامان اور اطمینان سے رہ رہی تھی''

یعنی اس بستی کے رہنے والوں کو امن کی کیفیت بھی حاصل تھی اور اطمینان وسکون کی بھی۔ دوسری نعمت جو انہیں حاصل تھی وہ یہ کہ:

يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

''ہر طرف سے ان کا رزق چلا آ رہا تھا''

فراغت کے ساتھ کھلا رزق آ رہا تھا، یعنی وہ قوم معاشی لحاظ سے بہت خوشحال تھی۔ آج کی اصطلاح میں ان کی فی کس آمدنی بہت زیادہ تھی اور ہر قسم کا آرام و آسائش بھی ان کو حاصل تھا۔ یہ دو بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ کسی ملک کے اندر اگر امن و امان ہو اور رزق کی فراوانی بھی ہو تو پھر اور کیا چاہیے! لیکن ہوا یہ کہ:

فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ

''انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی''

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اتنی بڑی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے، لیکن انہوں نے کفرانِ نعمت یعنی ناشکری کی رَوِش اختیار کی۔

فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ

''تو اللہ نے ان کو مزہ چکھایا بھوک اور خوف کے لباس کا''

یعنی اللہ رب العزت نے ان پر بھوک اور خوف مسلط کر دیا۔ امن و امان کی جگہ خوف اور رزق کی فراوانی کی جگہ بھوک کا لباس انہیں پہنا دیا۔

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○

''بسبب اس کے کہ جو کرتوت وہ کیا کرتے تھے''۔

يَصْنَعُوْنَ سے صنعت کا لفظ ہے بمعنی کچھ کاری گری کرنا، کچھ بنانا۔ اسی سے مصنوعات کا لفظ بھی آتا ہے۔ تو وہ جو کچھ کیا کرتے تھے اس کے عوض ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا یعنی انہیں ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا گیا۔ اگلی آیت میں فرمایا:

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

''اور یقیناً ان کے پاس ایک رسول ان ہی میں سے آیا تھا''

فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

''تو انہوں نے اس کو جھٹلایا پس آن پکڑا اللہ کے عذاب نے ان کو اس حال میں کہ وہ (اپنی جانوں پر) ظلم کرنے والے تھے''۔

سورۂ سبا میں بھی اسی طرح کا ایک اور سابقہ قوم کی ناشکری کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا کس طرح سے انہوں نے ناشکری کی رَوِش اختیار کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا۔ ارشاد ہوا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ

''یقیناً قومِ سبا کی بستی میں بھی ایک نشانی ہے''۔

یہ یمن کے علاقے کی قوم تھی۔ ملکہ سبا کا تعلق بھی اسی قوم سے تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آئی تھیں اور ان پر ایمان بھی لے آئی تھیں۔ یہ پورا قصہ قرآن کے اندر موجود ہے۔

جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ

''ان کے دو باغ تھے دائیں اور بائیں طرف''

میلوں تک وہ باغ پھیلے ہوئے تھے۔ یعنی زراعت تھی، کھیتی باڑی تھی۔ گویا ان کے پاس ہر قسم کے وسائل موجود تھے اور شمالاً جنوباً ہر طرف باغات ہی باغات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ

''کھاؤ اور پیو اپنے رب کا رزق اور اس کا شکر ادا کرو''۔

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○

''یقیناً (یہ) ایک پاکیزہ شہر ہے اور تمہارا رب بھی بخشنے والا ہے''۔

اس احسانِ الٰہی پر ان کا رویہ یہ تھا کہ:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○

''تو انہوں نے اِعراض کیا، چنانچہ ہم نے بھیج دیا ان پر سیلاب بہت زور کا اور ہم نے بدل دیے اُن کے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ، جن میں کڑوے کسیلے پھل، جھاؤ کے درخت اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر اس زور کا سیلاب بھیجا کہ پانی ذخیرہ کرنے کے لیے بنایا ہوا بند ٹوٹ گیا، جس کے نتیجے میں ان کی بستیاں برباد ہو گئیں اور وہ دونوں سرسبز و شاداب باغ اُجڑ گئے

اور ان باغوں کو ایسے دو باغوں سے بدل دیا جن میں کچھ میلا کسیلا سا پھل آتا تھا۔ کچھ جھاؤ جھنکار تھے اور کچھ تھوڑی سی مقدار کے اندر بیر ہوا کرتے تھے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے بارے میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا

''ہم نے ان کو یہ بدلہ دیا بوجہ اس کے جو انہوں نے ناشکری کی روش اختیار کی تھی''۔

وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡـكَفُوۡرَ ○

''اور جو ناشکری کی روش اختیار کرتے ہیں ان کو ہم یہی بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

قومِ سبا پر جب سیلاب آیا تو وہ تتر بتر ہوگئی۔ انہی میں سے دو قبائل اوس اور خزرج بھی تھے جو یمن سے نکل کر مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس قوم کو جزیرہ نمائے عرب پر تجارت کی اجارہ داری حاصل تھی۔ شام سے یمن تک کی تجارتی شاہراہ قومِ سبا کے پاس تھی۔ اس قوم کے بعد یہی چیز قریش کو حاصل ہوئی جس کا تذکرہ سورۂ قریش میں ہے۔ فرمایا:

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ① اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ② فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ③ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ④

''قریش کے مانوس رکھنے کی وجہ سے (یعنی) سردیوں اور گرمیوں کے سفر سے ان کو مانوس رکھنے کی وجہ سے۔ پس انہیں بندگی کرنی چاہیے اس گھر کے رب کی جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن عطا کیا''۔

حضورِ اقدس ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں قتل و غارت کا بازار گرم رہتا تھا۔ کوئی شخص آزادی اور امن کے ساتھ سفر نہیں کرسکتا تھا۔ قریش کا قبیلہ بیت اللہ کے پاس رہتا تھا اور اس کا انتظام و انصرام انہی کے پاس تھا۔ عرب کے ہر قبیلے کے خدا کا بت خانہ کعبہ میں رکھا ہوا تھا جن کی کل تعداد ۳۶۰ تھی۔ قریش بیت اللہ کی خدمت بھی کرتے تھے لہٰذا سارے عرب کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے اور جب وہ سفر کرتے تو انہیں کوئی نہیں لوٹتا تھا۔ اسی وجہ سے قریش کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی تجارت کی خاطر سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کا سفر کیا کرتے تھے۔ اسی تجارت سے ان کا روزگار وابستہ تھا کیونکہ مکہ تو سنگلاخ زمین تھی اور وہاں کوئی پیداوار نہیں ہوتی

تھی۔ انہی اَسفار کی وجہ سے وہ خوش حال زندگی گزار رہے تھے۔ بیت اللہ کی مجاوری کی وجہ سے انہیں امن، چین اور سکون بھی حاصل تھا۔ لہٰذا اس سورت میں اللہ تعالیٰ قریش کو یاد دلا رہے ہیں کہ انہیں عرب میں جو عزت حاصل ہے اور جو امن، چین، سکون، خوشحالی میسر ہے اس پر شکرگزاری کی روِش اختیار کریں اور اللہ ہی کی عبادت کریں۔ ابھی جن اقوام کا تذکرہ ہوا ان کے ذریعے دراصل ہمیں یاددہانی کرائی جارہی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O

''یقیناً یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر بھی ہے۔ تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے!''

قرآن مجید دراصل ہمیں بھی سمجھا رہا ہے کہ اس آئینے میں اپنی تصویر دیکھو کہ تم کہاں کھڑے ہو، تمہاری کیفیت کیا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم غور وفکر کریں تو ہمارا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے، اِلا ماشاء اللہ۔

نبی اکرم ﷺ اپنی حیاتِ طیبہ میں اس دین کو جزیرہ نمائے عرب پر غالب اور نافذ کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O (الصّف:9)

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کردے اس کو تمام کے تمام ادیان پر اور خواہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے''۔

پھر غلبہ دین کی تکمیلی شان ہمیں دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں نظر آتی ہے۔ اس کے بعد بھی غلبہ دین کی جدوجہد اور فتوحات جاری رہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بنوعباس کے دور میں پھر وہی کفرانِ نعمت کی روش اختیار کر لی گئی۔ اب کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ

ے میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رُباب آخر!

وہ سب نام کے تو خلیفہ تھے لیکن ان کے رنگ ڈھنگ قیصر وکسریٰ والے تھے۔ اسی طرح سے حرم آباد ہوئے، اسی طرح سے راگ ورنگ کی محفلیں جمنی شروع ہوگئیں۔ وہی بادشاہوں کے رنگ

ڈھنگ، وہی سونے چاندی کے پیالوں میں کھانا پینا شروع ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک انتہائی وحشی قوم یعنی تاتاریوں کو بھیج دیا۔ ان کی بربریت کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کے قتل سے بغداد کی گلیاں خون سے بھر گئیں اور انھوں نے کھوپڑیوں کے مینار بنا دیے۔ مسلمانوں پر اس حد تک ان کی وحشت طاری تھی کہ اگر ایک نہتا تاتاری کچھ لوگوں سے کہتا کہ تم یہیں کھڑے رہو ہلنا نہیں! میں ابھی تلوار لے کر آتا ہوں اور تمہارا سر قلم کرتا ہوں تو وہ خوف کے مارے واقعی وہاں سے ہلتے تک نہیں تھے۔ یہ کیفیت ہوگئی تھی مسلمانوں کی۔

ہمارے ہاں ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کا بھی یہی حال رہا اور پھر ان کا بھی وہی معاملہ ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا جیسی شخصیات آ گئیں۔ جب نادر شاہ دہلی کی طرف منزل پر منزل طے کرتا آ رہا تھا تو اطلاع کا جو پرچہ بھی آتا تھا محمد شاہ اسے شراب کے پیالے میں ڈبو کر کہتا تھا: ''ہنوز دلی دور است!'' پنڈی پہنچ گیا' ہنوز دلی دور است! لاہور پہنچ گیا' ہنوز دلی دور است! امرتسر پہنچ گیا' ہنوز دلی دور است! بالآخر وہ دلی بھی پہنچ گیا اور پھر اس نے دہلی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا لیکن ہمیں پھر بھی کوئی عقل نہیں آئی۔ اس کے بعد تقریباً دو سو سال تک ہم پر انگریزوں کی غلامی کا دور مسلط رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر مہربانی کی اور پاکستان کے لیے تحریک چلائی گئی۔ تحریک ِپاکستان کی بنیاد ہندو کا خوف تھا کہ انگریز کے جانے کے بعد وہ ہم سے ہزار سالہ شکست کا انتقام لے گا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت اندرا گاندھی کے منہ سے یہ الفاظ بھی نکل گئے تھے کہ ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا انتقام لے لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پاکستان جیسی نعمت ہمیں عطا کر دی۔ کس لیے؟ چونکہ ہم نے کہا تھا کہ ہمارا دین خطرے میں ہے' ہماری تہذیب خطرے میں ہے' ہماری ثقافت خطرے میں ہے۔ ہندو اکثریت میں ہے، انگریز کے جانے کے بعد تو ہندو چھا جائے گا۔ لہٰذا ہمیں ایک علیحدہ خطہ چاہیے جہاں ہم آزادی سے اپنے دین پر عمل کر سکیں۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے خطبہ میں یہی بات کہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا نہ صرف قبول کی بلکہ ہمیں دو پاکستان عطا کر دیے۔ ایک مشرقی پاکستان اور ایک یہ موجودہ مغربی پاکستان۔ لیکن پھر ہوا کیا؟ ہم نے بھی وہی کچھ کیا جو قومِ سبا نے کیا تھا: ﴿فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ﴾ ''انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی'' تو ہم نے بھی اللہ کی

نعمتوں کی ناشکری کی ہے۔ جب وعدہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا فرما دیتے ہیں، جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O

''اور ان میں کچھ وہ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے''۔

کیا ہم نے بھی یہی وعدہ نہیں کیا تھا کہ اے اللہ! ایک بار ہمیں ایک علیحدہ خطہ عطا کر دے، ہم نیکوکاروں میں ہوں گے، ہم تیرے دین کے عادلانہ نظام کو قائم کر کے دکھائیں گے، ہم اسلام کا نظامِ حریت واخوت ومساوات قائم کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں ایک کے بجائے دو خطے عطا کر دیے ہر طرح کی سہولیات عطا کر دیں، بافراغت رزق ہمارے پاس تھا ــــــ انڈیا سے جب کوئی پاکستان آتا تو اسے یوں محسوس ہوتا کہ ایک غریب ملک سے خوشحال ملک میں آ گئے ہیں ــــــ لیکن ہمارا طرزِ عمل اور ہمارا رویہ مسلسل ناشکری کا رہا۔ اسی دین سے ہم نے اعراض کیا جس کو قائم کرنے کا وعدہ کر کے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ قراردادِ مقاصد منظور ہوئی تو پارلیمنٹ کے اندر کہا گیا کہ آج ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں کہ عوامی حاکمیت کے دور میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار ؏ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں!

No legislation will be done repugnant to The Quran and The Sunna h!

ہماری باقی ساری تاریخ بھی اسی طرح کی ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ سزا کے طور پر ۱۹۷۱ء میں ہمارے اوپر عذاب کا کوڑا برسا اور مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہو گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ''مشرقی پاکستان'' نام رکھنا بھی گوارا نہیں کیا جبکہ دنیا میں اس وقت دو جرمنی تھے اور دو کوریا تو اب بھی ہیں۔ پاکستان بھی دو ہو سکتے تھے: مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ لیکن ان بنگالیوں کے دلوں میں ہمارے خلاف ایسی نفرت تھی کہ انہوں نے نام میں پاکستان کا لفظ بھی گوارا نہیں کیا۔ ہمارے ترانوے ہزار کڑیل جوان ہندو کی قید میں گئے۔ پوری اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے اس کی مثال نہیں ملتی۔ شہید تو ہوئے ہیں لیکن اتنی بڑی تعداد میں قیدی کبھی بھی نہیں ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا تھا جو ہم پر برسا ہے، اور اس کی وجہ فقط ''اِعراض عن الدین'' ہے کہ اس

دین سے ہم نے اعراض کی روش اختیار کی۔ اس کے بعد بھی ہماری روش نہیں بدلی اور اب بگاڑ بڑھتے بڑھتے جس حد تک پہنچ گیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ گالی دینا تو ہمارا کلچر ہے۔ کرپشن کے الزام سے کوئی بھی بری نہیں۔ عوام ہوں یا حکام، اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

حال ہی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے اپنے ایک بیان میں، جب کہ جناب مفتی تقی عثمانی صاحب نے عید کے خطبہ میں، اس جانب توجہ دلائی ہے کہ ہماری سیاست کے اندر بگاڑ بہت بڑھ گیا ہے۔ خدارا! سیاسی اختلاف کو حق و باطل کا معرکہ نہ بنائیں! مروّجہ سیاست میں یہ بگاڑ ویسے تو کئی دہائیوں سے چلا آ رہا ہے لیکن اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی آخری حدوں کو پہنچ گیا ہے۔ گالیاں دینا اور غیبت کرنا تو ایک معمول سا بن گیا ہے۔ ہلڑ بازی، جلسوں میں میراثیوں اور گویوں کو کھڑا کر دینا، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا، الزام تراشی، بہتان طرازی، کردار کشی یہ ہماری سیاست کے سنگ ہائے میل بن چکے ہیں۔ اس کو معیوب سمجھا ہی نہیں جاتا حالانکہ یہ برائیاں تو کبیرہ گناہ کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں۔ دوسروں کی عزت سے کھیلنا گناہِ کبیرہ ہے جو سرعام ہو رہا ہے۔ پھر رمضان میں نمازوں کے اوقات میں جلسے منعقد کیے جاتے رہے۔ اب معاملہ بڑھتے بڑھتے کس درجہ کو پہنچ گیا ہے، اسے واضح کرنے کے لیے درج ذیل واقعات کا حوالہ کافی ہے:

(1) رمضان المبارک میں تیمر گرہ میں ایک مسجد پر حملہ کر دیا گیا۔ مقتدیوں کو مارا گیا اور امام کو زخمی کیا گیا۔ بعد میں وہاں جماعت اسلامی کے امیر نے جرگہ کیا اور سب کو بلا کر عہد لیا کہ آئندہ آپس میں امن سے رہیں گے۔

(2) ہری پور میں دو مزدوروں کی کسی بات پر تکرار ہوئی، ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔

(3) چند دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نوجوان لڑکے کے کزن اور کسی شخص کی آپس میں تو تکار بڑھتے بڑھتے اس حد تک بڑھی کہ وہ لڑکا چھڑانے گیا تو اس کو قتل کر دیا گیا۔

کہا یہ جاتا ہے کہ مولویوں میں برداشت نہیں، لیکن یہ عدم برداشت کس طرف سے ہو رہا ہے؟ میں کسی پارٹی کا نام نہیں لے رہا، اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ سیاست دان لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں اور عوام اس چکی میں پس رہے ہیں جبکہ لیڈر خود آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس دن سے قومی اسمبلی میں عدمِ اعتماد کی تحریک کامیاب ہوئی ہے، مخالفین آرام سے آپس میں ایک

دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ لگا رہے ہیں۔ ایک بھائی حزبِ اقتدار میں ہے تو دوسرا حزبِ اختلاف میں۔ والدہ ایک جماعت میں تو بیٹی دوسری میں۔ ان کی تو آپس میں رشتہ داریاں ہیں جن میں یہ گندھے ہوئے ہیں۔ ان کو تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ان کے تو آپس میں ڈنر چل رہے ہیں۔ اسی صورت حال پر اکبرالہ آبادی نے بڑے ظریفانہ انداز میں کہا تھا کہ

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ!

یہ تو وہی کیفیت نظر آتی ہے جو سورۃ الانعام کی آیت ۶۵ میں بیان کی گئی:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ○

''کہہ دیجیے کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر بھیج دے کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے (قدموں کے) نیچے سے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھائے۔ دیکھو کس کس طرح ہم اپنی آیات کی تصریف کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں!''

یہ کیفیت ہے جو اس وقت ہماری ہو رہی ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مزہ چکھانے کے چکر میں ہیں اور گروہ بندی حد سے بڑھتی جا رہی ہے۔ ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ میں حق پر ہوں اور باقی سب باطل پر ہیں۔ غداری کے فتوے عام ہو گئے ہیں۔ اسی طرح امن و امان کی کیفیت ابتر سے ابتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کراچی یونیورسٹی میں بم دھماکا ہو یا بلوچستان اور وزیرستان کی صورتحال، اکثر اوقات تو اصل حالات ہمارے سامنے آتے ہی نہیں ہیں، جو کچھ ہمارے پاس پہنچتا ہے یہ تو چھلنی سے نکل کر آتا ہے۔ ڈالر کی اڑان ہے کہ کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی اور پٹرول عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل میں ہم اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ اب پھڑ پھڑانے اور ہلنے کی بھی سکت ہم میں نہیں رہی۔ اخلاقی لحاظ سے صورت حال اتنی آگے نکل چکی ہے کہ لگتا ہے جیسے صحت، تعلیم، خوراک، روزگار اور بنیادی ضروریات جیسے مسائل حل ہو چکے ہیں بس اب ویڈیوز ہیں جو

اِدھر سے اُدھر ہونا باقی رہ گئی ہیں۔ یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جہاں تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کی بنیادی وجہ اس وعدے کی خلاف ورزی ہے جو قیامِ پاکستان کے موقع پر بحیثیت قوم ہم سب نے اللہ سے کیا تھا۔ یہ خلاف ورزی ہم مسلسل کرتے جا رہے ہیں۔ کہاں ہے وہ اسلام جس پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا؟ بقول شاعر:

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے!

ہم نے اپنی ہی صورت بگاڑ لی ہے، اپنا چہرہ ہی مسخ کر بیٹھے ہیں۔ اسی جذباتیت، دوسروں کے لیے حقارت آمیز رویوں اور گالم گلوچ کی وجہ سے آدھا ملک ہم ۱۹۷۱ء میں گنوا بیٹھے ہیں۔ اب آدھا رہ گیا ہے اس کی تو حفاظت کر لی جائے!

سوال یہ ہے کہ اس صورت حال سے نجات کیسے حاصل کریں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اس کا واحد راستہ ہے ''توبہ''! جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا۔ اب اس سے واپس پلٹا جائے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ)) (سنن ابن ماجہ) کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ ہمیں اپنے اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو ٹٹولیں کہ ہم کتنے مسلمان ہیں! کیا اپنے پانچ چھ فٹ کے وجود پر میں نے اسلام کو نافذ کیا کہ نہیں؟ اگر کیا ہے تو کتنے فیصد کیا ہے؟ اور جو نافذ کیا ہے کیا وہ بھی صرف اپنی پسند کا دین تو نہیں ہے کہ جو آسان لگا کر لیا ذرا سا مشکل اور ناپسند لگا تو چھوڑ دیا۔ اس حوالے سے قرآن حکیم کا تقاضا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرۃ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ''

کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اپنی ذاتی زندگی میں بھی اور اس کے بعد جو میرا دائرۂ اختیار ہے اس کے اندر بھی شریعت کا نفاذ ہو۔ اس انفرادی توبہ کے ساتھ اجتماعی توبہ بھی ہو تو مکمل توبہ ہوگی جیسا کہ قومِ یونس نے گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کی تھی۔ ان کی اجتماعی توبہ قبول بھی ہو گئی تھی اور عذابِ الٰہی کے آثار نظر آنے کے بعد بھی وہ عذاب ان سے ہٹا لیا گیا تھا۔ اگر ہمیں بھی اللہ

کے عذاب سے بچنا ہے تو یہی روش اختیار کرنا ہوگی۔ اجتماعی توبہ کرتے ہوئے اپنے اس وعدے کو پورا کرنا ہوگا جو قیامِ پاکستان کے وقت ہمارے بڑوں نے اللہ سے کیا تھا کہ اس ملک میں دین کا نفاذ ہو، اسلام کا بول بالا ہو جائے۔ لہٰذا اس دین کے نفاذ اور قیام کے لیے عملی جدوجہد کی جائے۔ ہم اپنے تن من دھن کو اس عظیم کام کے لیے وقف کریں اور یہ کہہ سکیں کہ

؎ میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی!

اگر واقعتاً ہم نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ ہے نجات کی واحد راہ! ورنہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اور فرماتا ہے کہ:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ○ (سورۂ محمد: ۳۸)

''اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔ اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں کہ وہ کسی خاص قوم کو بار بار موقع عطا کرتا رہے بلکہ وہ تمہیں ہٹا کر کسی اور کو توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا اور پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

آج ہمارے لیے سوچنے کا یہ مقام ہے کہ ہم اس روِش کو چھوڑ کر اللہ کی طرف پلٹ آئیں۔ کیا عجب کہ **كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ** (البقرۃ: ۲۴۹) ''کتنی ہی تھوڑی تعداد والی جماعتیں زیادہ تعداد والی پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں''، کے مصداق اللہ تعالیٰ ہم سے ہی اپنے دین کے غلبہ کا کام لے لے۔ اللہ تعالیٰ ایسی چھوٹی چھوٹی جمعیتوں سے ہی اپنے دین کا کام لے لیتا ہے۔ لہٰذا اپنے رویوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس عظیم کام کے لیے کمر ہمت کسیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس خاص کام کے لیے اس امت کو چنا ہے، اللہ کرے ہم اس چناؤ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پانے والی دعا:

رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے رات کو بیدار ہو کر مندرجہ ذیل کلمات کہے:

((لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی بادشاہت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ پاک ہے اور ہر تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے، نہ نیکی کرنے کی ہمت۔

ثم قال: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' أو دعا استجيب له، فإن توضأ وصلّى قبلت صلاته.)) (صحیح بخاري، رقم:۱۱۵۴)

پھر اس کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ بارِ الٰہا! میری خطاؤں کو معاف فرمادے، یا کسی اور دعا کے لیے عرض گزار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور اگر وہ اس وقت وضو کر کے نماز بھی ادا

کرے تو اس کی نماز کو قبول کر لیا جاتا ہے۔''

خاندانی منصوبہ بندی اور اس کے نقصانات:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا﴾ [الكهف: ٤٦]

''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور اُمید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔''

مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان سے ہر چند کہ دنیاوی زندگی کو ہنگامی زیبائش اور عارضی حسن ہی حاصل ہوتا ہے، لیکن پھر بھی انسان ان کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد میں مصروف رہتا ہے کیونکہ انھیں حاصل کرنے کی فطری خواہش انسان میں بنیادی طور پر ودیعت کر دی گئی ہے، البتہ شیطان وصف انسانوں نے بعض لوگوں کو فطرت کی اس راہ سے بہکانے کی کوشش میں ان دونوں چیزوں (مال واولاد) میں سے بچوں کی تعداد محدود کر دینے کا مشورہ دیا ہے، لیکن اس سلسلے کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ ان لوگوں نے بچوں کی تعداد کو محدود کرنے کا مشورہ دے تو دیا ہے، لیکن مال ودولت کو محدود انداز میں حاصل کرنے اور کمانے کا فلسفہ ظاہر کرنے کی زحمت نہیں کی! حالانکہ انصاف کے تقاضے کے مطابق ان دونوں چیزوں کو ایک ہی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے تھا کیونکہ انسان کے دل میں مال واولاد کے حصول کی خواہش یکساں طور پر بلاتمیز پائی جاتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اِنسان کو دنیاوی زندگی یا اُخروی زندگی میں جو بھی منفعت حاصل ہوتی ہے، اس کے حصول میں یہ دونوں چیزیں برابر کی شریک ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کا اِرشاد ہے:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهٗ (صحیح مسلم، رقم: ۱۶۳۱)

''جب انسان کو موت آ لیتی ہے تو ہر قسم کے عمل کا تعلق اس سے کٹ جاتا ہے، مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن سے اس کو برابر ثواب پہنچتا رہتا ہے اور وہ یہ ہیں:

صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔''

ا: اِسلام نے کثرتِ اولاد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ایسی عورت سے شادی کرنے کی رغبت دلائی ہے جو زیادہ بچوں کو پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہو، چنانچہ سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))
(إرواء الغليل، رقم:۱۷۸۴)

''ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے کی اہلیت رکھنے والی ہوں، پس بے شک میں قیامت کے روز تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری قوموں پر فخر کروں گا۔''

۲: اسلام خاندانی منصوبہ بندی کی اجازت عورت کو صرف ایسی بیماری کی صورت میں دیتا ہے جس میں کسی صحیح العقیدہ مسلمان طبیب کی رائے کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی کے اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہو جائے، ورنہ اس کے علاوہ مالی وسائل کی کمی اور بھوک و افلاس کی زیادتی ایسے جتنے بھی مصنوعی بہانے تراشے جاتے ہیں، ان کو بنیاد بنا کر خاندانی منصوبہ بندی کے اُصولوں پر عمل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ [البقرة: ٢٦٨] ''شیطان تمھیں فقر و تنگ دستی سے ڈراتا ہے۔''

۳: دشمنانِ اسلام اگر ایک طرف مسلمانوں کو ان کے اپنے علاقوں میں نیچا دکھانے کی غرض سے ان کی آبادی کو روک کر انھیں اقلیت میں تبدیل کرنے کی مذموم جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں تو دوسری طرف وہ مسلمانوں پر اپنی فوقیت جتانے کی غرض سے اپنی آبادی کے اِضافے کے لیے سر توڑ کوششوں میں بھی مصروفِ کار ہیں اور ستم یہ ہے کہ یہ لوگ مصر وغیرہ میں خاندانی منصوبہ بندی کی پُرفریب اصطلاح کو پُرکشش بناتے ہوئے اپنے گھناؤنے ہتھکنڈوں میں کافی حد تک کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلے کا قابلِ افسوس پہلو یہ ہے کہ دکھی انسانیت کے یہ نام نہاد ہمدرد غربت و افلاس کے مارے ہوؤں کی بھوک مٹانے اور اس پر قابو پانے کے لیے روٹی کی

ایک ٹکیا تک تو مہیا نہ کرسکے، البتہ اپنے اسلام دشمن مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے خاص قسم کی ادویہ (Anti Pregnancy Medicine) وافر مقدار میں مفت مہیا کر کے لوگوں کو ان کے استعمال کے ذریعے خوش حالی اور ترقی کے سنہرے باغ دکھاتے رہے اور یوں درحقیقت وہ اپنی گھناؤنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے مذموم عزائم میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اب سوال یہ ہے، بلکہ لمحۂ فکریہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے پس پردہ مسلمانوں کے دین کے خلاف جن سازشوں کی منصوبہ بندی کارفرما ہے، کیا ان سازشوں سے مسلمان بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں؟

﴿رَبَّنَآ هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا۝﴾

''اے ہمارے پروردگار! تُو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔'' (الفرقان:۷۴)

نماز پڑھنے کی فضیلت اور چھوڑنے پر وعید:

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِىۡ جَنّٰتٍ مُّكۡرَمُوۡنَ۝﴾ [المعارج: ٣٤، ٣٥]

''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ جنتوں میں عزت واحترام کے ساتھ رہیں گے۔''

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ﴾ [العنكبوت:٤٥]

''اور نماز کا اہتمام کر، بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔''

﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ۝﴾ [الماعون]

''ان نمازیوں کے لیے افسوس (اور ''ویل'' نامی جہنم کی جگہ) ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ۝﴾

[المؤمنون: ۱، ۲]

''یقیناً کامیاب ہوئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں عجز وانکسار اختیار کرنیوالے ہیں۔''

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا٥﴾ [مریم: ۵۹]

''پھر ان کے بعد ایسے جانشین پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی و بے راہ روی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔''

فرموداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

1...... اَلْعَهْدُ الَّذِی بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ (سنن ترمذی)

''ہمارے (مسلمانوں) اور ان (کفار و منافقین) کے درمیان معاہدہ نماز کا ہے، پس جس شخص نے نماز کو چھوڑ دیا، اس نے کفر کے راستے کو اختیار کر لیا۔''

2...... اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ (صحیح مسلم)

''بندۂ مومن اور اہلِ شرک وکفر کے درمیان فاصلہ صرف نماز کا ہے۔''

3...... ((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟)) قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ: ((فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا)) (صحیح مسلم)

''مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے کے بالکل سامنے سے نہر گزرتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بعد بھی اس کے جسم پر کوئی میل کچیل رہ جائے گی؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اس کے بعد تو میل کچیل ہرگز نہیں رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بالکل اسی طرح جو آدمی پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی وجہ سے اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

(جاری ہے)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غیر ملکی مداخلت اور ـــــــ امپورٹڈ حکمران

ابوفیصل محمد منظور انور

تو نے دیکھا نہیں مغرب کا یہ جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

کسی بھی ریاست کا انتظام چلانے کے لیے آئین کا ہونا بہت ضروری ہے، آئین کسی بھی ریاست میں اعلیٰ حکومتی ڈھانچے کا تعین کرتا ہے، حکومت کی تنظیم مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی تشکیل، تینوں اداروں کے باہمی تعلق کی وضاحت کرتا ہے۔ آئین کی غیر موجودگی ریاست میں انتشار اور بدامنی کا باعث بن سکتی ہے۔ آئین ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ قانون ہوتا ہے آئین قوانین اور رسومات کا آئینہ دار مجموعہ ہوتا ہے اور ریاست کا کوئی فرد یا ادارہ آئین سے بالاتر نہیں ہوتا۔ وطن عزیز کی آزادی کے بعد 14 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان نے پاکستان کے وزیراعظم کا منصب سنبھالا۔ پاکستان قائم ہوتے ہی اس کا انتظام، چلانے کے لیے آئین کی ضرورت تھی اس وقت ملک کا کوئی دستور موجود نہیں تھا، چنانچہ 1935ء کے آئین میں تبدیلیاں کر کے اس کو عارضی طور پر نافذ کر دیا گیا۔ وزیراعظم لیاقت علی خان نے 12 مارچ 1949ء کو قرارداد مقاصد کو بنیاد بنا کر قومی اسمبلی سے منظوری حاصل کی۔ قرار داد مقاصد کی منظوری کے بعد وفاقی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی گئی جس نے اسلامی قوانین بنانے میں اپنا اہم رول ادا کرنا تھا مگر اس کی سفارشات اور افادیت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ آزادی کے فوراً بعد پیش آنیوالے مسائل کے باعث آئین سازی پر توجہ نہ دی جاسکی

اور اس طرح نااہل قیادت اور سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے حکومتیں تیزی سے بدلنے لگیں۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گورنر جنرل غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو وفاقی قومی اسمبلی توڑ دی۔ چوہدری محمد علی ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے انہوں نے 23 مارچ 1956ء کو پہلا آئین منظور کر کے نافذ کیا۔ یہ آئین 9 سال کی محنت اور کوششوں کے بعد منظور ہوا تھا مگر سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، فوج اور جمہوری اداروں میں بیوروکریسی کی بے جا مداخلت اور خاص طور پر گورنر جنرل کی حکومتی معاملات میں من مانی نے اس آئین کو زیادہ دیر تک نہ چلنے دیا اور اس طرح 1956ء کا آئین دو سال 7 ماہ تک نافذ رہا۔ اکتوبر 1958ء میں جنرل محمد ایوب خان نے جمہوری حکومت کو چلتا کیا اور 1956 کا آئین منسوخ کر دیا اور خود صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا، انہوں نے اپنی مرضی سے 1962ء کا آئین نافذ کیا اور صدارتی طرز حکومت رائج کر دیا 10 سال تک حکمران رہے آمرانہ حکومت کے خلاف قومی تحریک کے نتیجے میں اقتدار چھوڑا مگر 25 مارچ 1969ء کو ایک دوسرے جنرل آغا محمد یحیٰی خان نے 1962ء کے آئین کو بھی ختم کر دیا اور حکومت سنبھال لی۔ 1970ء کے الیکشن اسی دور میں ہوئے دو بڑی سیاسی پارٹیوں پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کی سیاسی کشمکش کے نتیجے میں ملک دولخت ہو گیا۔ بالآخر عبوری آئین 1972ء کے تحت پی پی پی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار دیا گیا اور پھر نو منتخب اسمبلی کی 25 رکنی کمیٹی نے 31 دسمبر 1972ء کو آئینی مسودہ ایوان میں پیش کیا جسے 10 اپریل 1973ء کو تمام سیاسی جماعتوں کی تائید و حمایت سے منظور کر لیا گیا۔ 280 صفحات پر مشتمل پہلا متفقہ آئین 14 اگست 1973ء کو نافذ کر دیا گیا جس کے تحت ملک میں وفاقی پارلیمانی طرز حکومت نافذ کیا گیا۔ 1977ء کے عام انتخابات تک یہ آئین نافذ رہا اور پھر پاک فوج کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو آئین کے بیشتر حصے معطل کر کے مارشل لا لگا دیا پھر چار سال بعد 1981ء میں عبوری آئین کا نفاذ کیا گیا اور دسمبر 1981ء میں نامزد مجلس شوریٰ قائم کر کے فروری 1985ء تک نظام حکومت چلایا گیا 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کرائے گئے۔ 23 مارچ 1986ء کو مارشل لا اٹھا لیا گیا اور محمد خان جونیجو ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے ٹھیک تین سال دو ماہ بعد 29 مئی 1988ء کو وزیراعظم محمد خان جونیجو کی چھٹی کرا دی گئی۔ 17 اگست

1988ء کو جنرل محمد ضیاء الحق کی ایک فضائی حادثے میں ہلاکت کے بعد چیئرمین سینٹ غلام اسحاق خان صدر بنے۔ نومبر 1988ء کے الیکشن کے نتیجے میں بینظیر بھٹو وزیراعظم منتخب ہوئیں۔ اگست 1990ء میں بینظیر حکومت کی چھٹی کرادی گئی۔ اکتوبر 1990ء میں نئے انتخابات ہوئے محمد نواز شریف ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے مگر حکومت مدت پوری نہ کرسکی اور وزیراعظم کو فارغ کردیا گیا اس دوران دو 'امپورٹڈ وزرائے اعظم' میر بلخ شیر مزاری اور معین قریشی برسراقتدار آگئے۔ 16 اکتوبر 1993ء کو ایک بار پھر بینظیر بھٹو وزیراعظم منتخب ہوئیں تاہم 5 نومبر 1996ء کو صدر فاروق احمد خان لغاری نے کرپشن کے الزمات پر بینظیر حکومت کی چھٹی کرادی۔ ملک معراج خالد 'امپورٹڈ وزیراعظم' بنائے گئے۔ 1996ء کے الیکشن میں محمد نواز شریف دوسری بار بھاری مینڈیٹ کے ساتھ وزیراعظم منتخب ہوئے۔ 12 اکتوبر 1999ء کو پاک فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے آئین معطل کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور اپریل 2002ء میں صدر پاکستان کا عہدہ بھی سنبھال لیا اور 10 / اکتوبر 2002ء میں قومی اسمبلی کے الیکشن کے نتیجے میں میر ظفر اللہ خان جمالی ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ تقریباً 20 ماہ بعد منتخب وزیراعظم کی چھٹی کرادی گئی اور ایک بار پھر چوہدری شجاعت حسین کو 'امپورٹڈ وزیراعظم' بنا کر 17 اگست 2004ء تک کیلئے حکومت کرنے کا موقع دیا گیا۔ شوکت عزیز جو 30 سال تک سٹی بینک میں ملازم رہ چکے تھے وہ پرویز مشرف کے دور میں 1999ء سے 2004ء تک پانچ سال کیلئے وزیر خزانہ رہے انھی سینیٹر شوکت عزیز صاحب کو وزیر اعظم بنوانے کے لیے اٹک (پنجاب) اور تھرپارکر (سندھ) کے دو حلقوں سے قومی اسمبلی کے دو منتخب اراکین کے استعفے دلوائے گئے تھے وہ 27 اگست 2004ء سے 15 نومبر 2007ء تک پاکستان کے 17 ویں وزیراعظم رہے 16 نومبر 2007ء کو محمد میاں سومرو نے نگران وزیراعظم کے طور پر عہدہ سنبھالا۔ پی پی پی کے یوسف رضا گیلانی 2008ء سے 2012ء تک وزیراعظم رہے اور 26 اپریل 2012ء کو توہین عدالت کے جرم میں عدالتی حکم پر معزول کردیے گئے تھے۔ پھر 2012ء سے 2013ء تک راجہ پرویز اشرف وزیراعظم رہے۔ پاکستان مسلم لیگ کے سابق سربراہ نواز شریف تیسری مرتبہ 2013 تا 2017 وزیراعظم پاکستان کے عہدے پر فائز رہے۔ جنھیں کرپشن کے الزام میں اقتدار چھوڑنا پڑا۔ جو آج کل خود ساختہ بیماری کا بہانہ بنا کر برطانیہ

میں مقیم ہیں اور پاکستانی سیاست میں پوری طرح حصہ لیتے ہیں۔ یکم اگست 2017ء سے 31 مئی 2018ء تک شاہد خاقان عباسی وزیر اعظم رہے۔ سابقہ کرکٹ کھلاڑی اور پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران احمد خان نیازی اگست 2018ء سے اپریل 2022ء تک پاکستان کے 22ویں وزیر اعظم رہے۔ اس سے پہلے وہ 2002 تا 2007 اور 2013 تا 2018 تک پاکستان قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔ جنھیں تحریک عدمِ اعتماد کے نتیجے میں اقتدار سے ہٹایا گیا۔ اس وقت PDM کے نام سے 13 پارٹیوں کے اتحادیوں کی مخلوط حکومت ہے اور مسلم لیگ ن کے رہنما میاں شہباز شریف اپریل 2022ء سے وزیر اعظم پاکستان کے عہدے پر براجمان ہیں۔ جبکہ ان کے بیٹے حمزہ شہباز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی ہے کہ مسلم دنیا کے سب سے بڑے دشمن ملک امریکہ بہادر نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ اسے سازش یا کوئی بھی اور نام دیا جاسکتا ہے۔ عمران خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی گئی اور آپس میں سیاسی طور پر شدید اختلاف رکھنے والی جماعتیں کس طرح متفق ہوئیں۔ بیسیوں ممبران اسمبلی کا اپنی جماعت کی پالیسیوں سے انحراف، ممبرانِ اسمبلی کی خرید وفروخت اور سندھ ہاؤس اور میرٹ ہوٹل اسلام آباد میں ہونے والی کارروائیوں کے ہوشربا قصے زبان زد خاص وعام ہیں۔ حکومتی تبدیلی کے عمل میں ہماری مقنّنہ، عدلیہ، اسٹیبلیشمنٹ اور دیگر مقتدر قوتوں پر سوالیہ نشانات کے انبار سوشل میڈیا پر دیکھے اور سنے جاسکتے ہیں جس میں آئین پاکستان کی شق 63/A کے تحت وفاداریاں تبدیل کرنے والے منحرفین کے خلاف مؤثر کارروائی نہ ہونے اور ان کے ووٹوں کے نتیجے میں بننے والی وفاقی اور صوبہ پنجاب کی حکومتوں کی آئینی واخلاقی حیثیت پر سوال اٹھائے جارہے ہیں مگر کوئی بھی متعلقہ ادارہ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے کو تیار نہیں ہے جس سے اداروں پر شکوک وشبہات اور عدمِ اطمینان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر تحریک عدمِ اعتماد سے قبل وزیر اعظم عمران خان کی طرف سے اسمبلی توڑے جانے کے نتیجے میں نئے انتخابات کا اعلان کر دیا جاتا اور ان لوٹوں لٹیروں کی حکومت بنانے کی بجائے نگران حکومت قائم کر دی جاتی تو ضمنی الیکشن پر ہونے والے اخراجات سے بچا جاسکتا تھا اور مقروض ملک کے خزانے پر مزید بوجھ نہ پڑتا۔ ایک ٹی وی چینل کے مطابق

تحریک عدم اعتماد اور حکومتی تبدیلی کے عمل میں 42 ارب روپے کی غیر ملکی فنڈنگ ہونے کی اطلاع ہے۔ یہ ہمارے اخلاقی دیوالیہ پن کی شرمناک مثالیں ہیں اور یقیناً اس سے عالمی سطح پر ہماری جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔ ایک ایسی حکومت مسلط ہو چکی ہے جس کے 60 فیصد اراکین اسمبلی پر ملکی خزانے کو اربوں روپوں کا نقصان پہنچانے، منی لانڈرنگ کرنے، اختیارات سے تجاوز کرنے اور دیگر سنگین قسم کے جرائم میں ملوث ہونے کے الزامات ہیں جو آئے روز عدالتوں میں پیشیاں بھگت رہے ہیں اور تو اور پاکستان کا وزیر اعظم اور اس کا بیٹا اقتدار کے مزے لوٹنے کے ساتھ ساتھ اربوں روپوں کی منی لانڈنگ کے الزامات میں آئے روز عدالتوں میں پیش ہوتے نظر آتے ہیں۔ افسوسناک امر اور شرمناک حرکت یہ ہے کہ اربوں کی کرپشن میں مطلوب ملزمان عدالتوں کے باہر کھڑے ہو کر وکٹری کے نشانات بناتے ہیں جبکہ ان کے حواری اور چمچے ان پر گل پاشی کرتے ہیں۔ اگرچہ ملکی خزانے سے کھلواڑ کرنے والے بے نقاب ہو چکے ہیں مگر یہ ابھی تک کسی نہ کسی طرح احتساب کے شکنجے سے بچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ سنگین جرائم میں ملوث اور ای سی ایل لسٹ میں شامل ملزمان کے نام نکال کر انھیں بیرون ممالک فرار کروانے کا عمل بے شک موجودہ حکومت کا شرمناک اقدام ہے، جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

موجودہ حکومت قومی احتساب بیورو NAB کو ختم کرنے کے در پئے ہیں جس کیلئے نیب کے قوانین میں ترامیم کی جا چکی ہیں اور قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں نیب کا نیا ترمیمی بل پاس ہو چکا ہے اگرچہ صدر پاکستان نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر کے اسے واپس بھجوا دیا ہے پھر بھی وہ آئین کا حصہ بن چکا ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ بل وہ متنازعہ پارلیمنٹ پاس کر چکی ہے جس کے آدھے ممبران مستعفی ہو چکے ہیں اور جس کے ممبران کی اکثریت پر کرپشن کے سنگین الزامات ہیں اور وہ اربوں کی کرپشن میں نیب کو مطلوب ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق اس طرح نیب کے پر کاٹ کر بدمعاش اشرافیہ کے تقریباً 1100 ارب کی کرپشن کے کیسز کو ختم کیا جا سکے گا۔ جبکہ آئندہ الیکشن میں غیر ممالک میں مقیم لاکھوں پاکستانیوں کو حق ووٹ دہی سے محروم رکھنے اور جدید مشینوں کے ذریعے ووٹ ڈالنے کے عمل میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں حالانکہ اپنے دور اقتدار میں یہ ایسے قوانین بنانے پر زور دیتے رہے ہیں

ملک کے کئی اہم اداروں کی طرف سے ایسے عناصر کو معاونت حاصل ہونے کی اطلاعات تشویشناک ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے مقتدر طبقات اشرافیہ ابھی تک ماضی کی طرح عوام کو بے وقوف بنا کر اقتدار میں رہنا چاہتے ہیں۔ پاکستانی عوام کی اکثریت ملک وقوم کا سرمایہ لوٹنے والوں، ملکی مفادات کا سودا کرنے والے، ذاتی مفادات کے اسیر عناصر کے جھوٹے نعروں کے سحر سے آزاد ہو رہے ہیں۔ شاید یہ معاشرہ اب کسی خونی انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ حالات مزید بگڑ جائیں اب بھی وقت ہے کہ چند اشخاص اور چند خاندانوں کے مفادات کو تحفظ دینے کی بجائے ملک کے روشن مستقبل کو مدنظر رکھ کر اور عوامی فلاح کے لیے کوشش کی جائے وگرنہ ناانصافی، غربت، مہنگائی اور مشکلات کا شکار بپھرے ہوئے ہجوم کی شکل میں سب کچھ ملیامیٹ کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ پاکستان لاکھوں افراد نے جانی، مالی اور عزتوں کی قربانیاں دیکر حاصل کیا تھا مگر سیاست دانوں اور طالع آزما مقتدر قوتوں نے آزاد مملکت میں جمہوری عمل کو پھلنے پھولنے کا موقع دینے کی بجائے اپنی ذاتی خواہشات کے تحت چلانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے جمہوری عمل مکمل طور پر ناکام رہا ملک کی عوام تعلیم، صحت وصفائی ایسی بنیادی سہولتوں سے محروم، مسائل کی دلدل میں پھنسے دن گزار رہے ہیں اکثریت نفسیاتی مریض بن چکی ہے مگر افسوس کہ مقتدر قوتیں ہوس اقتدار میں بدمست ہو کر ان کیلئے کچھ سوچنے کو بھی تیار نہیں۔ چند روزہ زندگی میں عیش وآرام اور اختیارات لے کر موج میلہ کرنے والے عناصر کو ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر جواب دینا ہے جہاں صرف انصاف ہوگا اور ہر ایک کو اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا۔

موجودہ مشکل حالات میں پاکستان کی سالمیت کو درپیش خطرات سے نمٹنے کے لیے پہلی ترجیح تو فوری طور پر نفاذ اسلام کے وعدے کو پورا کرنا ہے۔ اس وقت پاکستان کی دینی ومذہبی اور سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ آگے بڑھیں اور ملک میں دین اسلام کے نظام کو فی الفور نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اقتدار کے رسیا عناصر ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا کر ہمیں مزید مشکلات سے دوچار کر دیں۔ ہمیں ایسی ٹھوس روایات قائم کرنے آغاز کرنا چاہیے جس سے آئندہ کوئی طالع آزما سیاسی عمل کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) است

عبد اللہ ابراھیم

1 فلسطینی صحافی ابو عاقلہ کا قتل

11 مئی 2022ء کو فلسطینی صحافی خاتون ابو عاقلہ کو اسرائیلی فوجیوں نے اس وقت قتل کر دیا جب وہ جنین کے پناہ گزین کیمپ پر اسرائیلی جارحیت کے متعلق صحافیوں کے لباس میں صحافتی ذمہ داریاں ادا کر رہی تھیں۔ ابتدا میں الجزیرہ اور فلسطینی اداروں نے بتایا کہ انہیں اسرائیلی فوجیوں نے قتل کیا۔ تاہم اسرائیل نے اس بات پر زور دیا کہ ان کو گولی فلسطینی لوگوں کی طرف سے لگی ہوگی اور مغربی میڈیا نے بھی اسرائیلی موقف بیان کیا۔ تاہم بعد کی تحقیقات CNN مورخہ 24 مئی اور واشنگٹن پوسٹ مورخہ 12 جون نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ان کو اسرائیلی فائرنگ سے ہی گولی لگی ہوگی اور یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ ابو عاقلہ ایک فلسطینی عیسائی خاتون تھیں انہوں نے ابتدائی تعلیم امریکہ میں حاصل کی اور امریکی شہریت بھی رکھتی تھیں وہ 1997ء سے الجزیرہ سے منسلک تھیں اور انہوں نے خود یہ کٹھن رستہ چُنا۔ ان کی شخصیت اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ مقامی فلسطینی مسلمان اور عیسائی دونوں مجموعی طور پر اسرائیلی قبضے کے خلاف ہیں اور دنیا باضمیر افراد سے خالی نہیں ہوئی۔

2 روس اور یوکرائن کی جنگ

روس اور یوکرائن میں کشیدگی اور جھڑپیں تو کافی عرصے سے چل رہی تھیں مگر 24 فروری 2022ء کو روس کے باقاعدہ حملے سے صورت حال کافی پیچیدہ ہوگئی ہے۔

2014ء میں یوکرائن میں مظاہروں کے بعد روسی نواز حکومت ختم ہوگئی تھی اور یوکرائن یورپ اور امریکہ کے زیر اثر NATO میں شامل ہونے جا رہا تھا جو کہ روس کے لئے قابل قبول نہ تھا کہ اس طرح نیٹو افواج روس کی سرحد تک آ جاتیں۔ روس نے اس معاملہ پر یوکرائن پر حملہ کیا اور اگرچہ لڑائی ابھی بھی جاری ہے اور جنگ کا اختتام غیر واضح ہے تاہم روس کا پلہ بھاری ہے۔

یہ لڑائی واضح کرتی ہے کہ دنیا اب یک قطبی نہیں رہی بلکہ امریکہ مخالف قوتیں اب امریکہ کو واضح طور پر مقابلہ کی دعوت دیتی اور زک پہنچاتی دکھائی دے رہی ہیں۔ اس کا آغاز شام میں امریکی حکمت عملی کے ناکام ہونے سے ہوا اور 15 اگست 2021ء کو امریکہ کے ذلت آمیز طریقے سے افغانستان سے نکلنے سے یہ مزید واضح ہوا۔ اور اب روس کا یہ اقدام بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ جنگ عیسائی قوتوں میں بھی دراڑوں کو واضح کرتی ہے۔ روس آج کل قدامت پسند عیسائیوں کی نمائندگی کرتا ہے یورپین یونین کیتھولک جبکہ برطانیہ اور امریکہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ سو عالمی لڑائیاں جو کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو بطور فریق لے کر چل رہی تھیں اس جنگ نے اس میں تبدیلی برپا کی ہے اور اب یہ عیسائیوں کے مابین لڑائی اپنے دوررس نتائج دے گی۔

3 عالمی مہنگائی اور اس کے اثرات

کرونا وبا کی وجہ سے دنیا میں صنعت و پیداوار کے معاملات کچھ رک سے گئے تھے۔ مختلف ممالک نے لوگوں کی مدد کرنے کے نام پر خوب کاغذی نوٹ چھاپے اور اس دوران معاملات کو سنبھالا مگر دنیا کے دوبارہ کھلنے پر شروع میں بحری نقل وحمل میں بے ربطگی آئی اور پھر تقریباً تمام اشیاء خوراک کی اجناس، خوردنی تیل اور تمام دھاتوں کی قیمتیں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں اور اس طرح یہ معاملہ ایک عالمی مہنگائی کی صورتحال اختیار کر گیا ہے۔ عمومی طور پر یہ مہنگائی چھ ماہ سے ایک سال تک کی ہوتی ہے اور پھر قیمتیں دھڑام سے گر جاتی ہیں مگر روس یوکرائن جنگ اور پھر توانائی کی قیمتوں میں شدید اضافہ نے اس صورتحال کو دوآتشہ کر دیا ہے۔ بلکہ توانائی (تیل اور گیس) کی قیمتیں مزید اوپر جا سکتی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس مشکل صورتحال اور اس سے نمٹنے کی تیاری رکھنا چاہیے۔

4 توانائی کی قیمتوں پر روس یوکرائن جنگ کے اثرات

روس روایتی طور پر تیل اور گیس کا بڑا فراہم کنندہ ہے اور اکثر یورپی اقوام کو ایندھن وہی فراہم کرتا ہے۔ روس یوکرائن جنگ نے تیل کی قیمتوں کو بہت بڑھا دیا ہے اور تیل جو کہ عام طور پر 60-70 ڈالر فی بیرل کی سطح پر ہوتا ہے پہلے 100 ڈالر پر آیا اور اب 120 ڈالر فی بیرل پر مستحکم ہے۔ اس جنگ نے عالمی مہنگائی کی لہر کو مزید شدید کر دیا ہے اور تمام دنیا اس کے اثرات کو محسوس کر رہی ہے۔ پاکستان میں یہ اثرات تیل کی قیمتوں میں اضافہ اور روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے دوھرے ہو گئے ہیں اور اب (تادمِ تحریر) پٹرول 234 روپے اور ڈیزل 264 روپے لٹر تک جا پہنچے ہیں۔ جس طرح عربوں نے 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا، روس بھی یہی کچھ کر رہا ہے۔ تاہم اس سے مسلمان عرب ممالک کو خوب فائدہ ہو رہا ہے اور سعودی آرامکو 2,257 ارب امریکی ڈالر کی قیمت کے ساتھ دنیا کی سب سے قیمتی کمپنی بن گئی ہے اور اس نے ایپل، مائیکروسوفٹ، گوگل وغیرہ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

5 عالمی مالیاتی جنگ ایک نئے مرحلے پر

روس کے یوکرائن پر حملے کے بعد ایک دفعہ تو روسی کرنسی روبل کی قدر میں کافی کمی ہوئی اور اس کی قدر نصف سے بھی کم رہ گئی تاہم مارچ کے اواخر میں روس نے ایک اہم فیصلہ کیا کہ وہ یورپی ممالک سے توانائی کی قیمت روبل میں وصول کرے گا۔ اس فیصلہ سے روبل کی طلب میں اضافہ ہوا اور بڑھتی ہوئی قیمتوں نے بھی کردار ادا کیا اور اب روسی کرنسی روبل، جنگ سے پہلے کی قدر سے بھی مضبوط ہو گئی ہے اور روس جنگی اخراجات کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

یہ تدبیر ڈالر کے لئے ایک جھٹکا ہے اور اگر عرب ممالک بھی تیل کی تجارت کو ڈالر کی بجائے کسی اور کرنسی میں اور چین بھی اپنی تجارت میں ایسا ہی کرے تو ڈالر سے منسلک عالمی استعمار اور سرمایہ پرستی کے نظام کو بڑا دھچکا لگ سکتا ہے۔

6 پاکستان کا مالیاتی بجٹ برائے 2022-23

مالی سال 2022-23 کے لئے حکومت پاکستان نے ابتدائی بجٹ 10 جون 2022ء کو پیش کیا۔ روپے کی گرتی ہوئی قدر، عالمی مہنگائی بالخصوص تیل کی قیمتوں میں اضافے، آئی ایم

ایف سے رجوع کرنے کی مجبوری اور گزشتہ حکومت کے جاتے جاتے آئی ایم ایف سے کئے گئے وعدے سے انحراف نے حالات کو کافی مشکل کر دیا ہے۔

حکومت نے FBR کے ذریعے سے ٹیکس اکھٹا کرنے کا تخمینہ 7,004 ہزار ارب رکھا ہے۔ تاہم اخراجات اس قدر ہیں کہ بغیر قرض لیے اور قرض خواہوں کی شرائط مانے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ ہر سال کچھ اثاثے بھی بیچنا پڑتے ہیں اور نئے ٹیکس بھی لگانا پڑتے ہیں۔ ٹیکسوں کے علاوہ باقی آمدنی بہت زیادہ نہیں۔ پھر سب سے پہلے صوبوں کا حصہ دینا ہوتا ہے جو کہ 18 ویں ترمیم کے بعد ضروری ہے۔ 4,099 ارب اس طرح نکل گئے۔ باقی اخراجات میں 3,950 ارب سود کی ادائیگی ہے۔ اس میں 3,439 ارب مقامی قرضوں کا سود ہے اور 511 ارب غیر ملکی قرضوں کا سود ہے۔ تو ہماری آمدنی یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ پھر 1,526 ارب روپے دفاع اور فوج کے لئے اور 530 ارب سے زائد پنشن اور خاص طور پر فوج کی پنشن کے لئے چاہئیں۔ حکومت چلانے کے دیگر تمام اخراجات اور ترقیاتی کام پر خرچ اس کے علاوہ ہے۔ لہٰذا طویل مدت کے منصوبے تاکہ آمدنی میں تیزی سے اضافہ ہو، ضروری ہیں۔ سود سے چھٹکارا بھی ضروری ہے۔ پھر کوئی منصوبہ بندی کہ درآمدات کبھی بھی برآمدات اور بیرونِ ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے زائد نہ ہوں، بھی ضروری ہے۔ اگر ایسا ہو تو غیر ملکی قرضے بڑھنا بند ہو جائیں گے۔ حکومتوں کی تبدیلی سے کچھ انتظامی معاملات اور اچھے فیصلے تو ممکن ہیں۔ حالات میں کوئی جوھری تبدیلی نہیں آسکتی۔

7 سود کے خلاف ماہِ رمضان کے آخر میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

دین اسلام میں سودی لین دین حرام اور بدترین گناہ ہے لیکن افسوس کہ آج کے عالمی مالیاتی نظام کے زیر اثر ہمارے ملک میں بھی یہی سودی نظام رائج ہے اور اس کے نقصانات بھی عیاں ہیں۔ بعض دینی جماعتیں اس سودی نظام کے خاتمہ کی کوششیں بھی کر رہی ہیں۔ عدالت میں بھی سود کے خلاف درخواست عرصے سے زیر سماعت تھی۔ اس کا فیصلہ 12 اپریل کو محفوظ کر لیا گیا تھا اور ماہِ رمضان کے اواخر میں 28 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت نے متفقہ فیصلہ دیا اور بینکوں کے سود کو بھی ربا قرار دے دیا۔ اس فیصلہ میں حکومت کو مختلف اقدامات کرنے کے لیے مختلف مہلتیں دی گئی ہیں۔ موجودہ حکومت نے زبانی کلامی تو اس فیصلے کو سراہا ہے مگر کوئی عملی اقدام

شروع نہیں کیا۔ اس وقت بہتر صورت حال یہ ہے کہ ملک میں اسلامی بینکنگ مضبوط ہوگئی ہے اور اندازہ ہے کہ یہ 2027ء میں روایتی بینکنگ سے بڑھ جائے گی۔ بہرحال اسلامی بینکنگ بھی حرام سے مکروہ کی طرف ایک قدم ہی ہے اور خالص اسلامی مزاج پر نہیں ہے۔ تاہم اس عالمی مالیاتی استعمار کے دور میں حرام سے مکروہ کی طرف آنا بھی غنیمت ہوگا۔ اس لئے حکومت سے گزارش ہوگی کہ اس سمت میں عملی اقدامات کئے جائیں اور دینی جماعتیں بھی اس معاملے کو زندہ رکھیں اور حکومت پر زور ڈالتی رہیں۔

8 بی جے پی کی حکومتی ترجمان کے توہینِ پیغمبر اسلام ﷺ پر مبنی الفاظ

بھارت میں عرصے سے ہندو انتہا پسند جماعت بی جے پی حکومت میں ہے اور مسلمانوں پر مشکل حالات ہیں۔ کوئی بھی دوسرا مسلم ملک اس سلسلے میں کچھ بھی کرنے سے قاصر ہے، بلکہ عرب ممالک تو ہندوستان سے تعلقات کو بڑھانے اور ان کی ثقافت کی پیروی کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اس معاملے میں ایک دراڑ آئی جب بی جے پی کی ایک ترجمان نوپور شرما نے ٹی وی پر بحث میں پیغمبر اسلام کے خلاف بات کی۔ چند دن بعد صحافت سے منسلک ایک مسلمان محمد زبیر نے اس کو ٹویٹ کیا اور پھر یہ پھیل گیا۔ پہلی بار عرب حکومتوں نے بھی اس کی مذمت کی۔ قطر نے بھارت کے سفیر کو بلا کر احتجاج کیا۔ عرب عوام بھی سوشل میڈیا کے ذریعے اس احتجاج میں شریک ہوئے اور پہلی بار بھارتی حکومت نے اس ترجمان کو عہدے سے ہٹایا اور دوسرے ساتھی کی رکنیت ختم کی۔ نوپور شرما کو اپنا بیان بھی غیر مشروط طور پر واپس لینا پڑا۔ چند دن بعد ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی ہمت پیدا ہوئی اور انہوں نے بھی احتجاج کیا۔

اس سارے معاملے کا مثبت پہلو یہ ہے کہ سب کو اندازہ ہوگیا کہ مسلمان عملی طور پر چاہے جیسے بھی ہوں، توہین رسالت کو برداشت نہیں کریں گے اور بھارت کو اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔ تاہم اگر مسلمانوں نے زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ نہ کیا تو بھارتی مسلمانوں پر زندگی اور تنگ ہو جائے گی کیونکہ بی جے پی کا بیانیہ کہ مسلمان باہر کی ثقافت کے لوگ ہیں، مقامی ہندوؤں میں اور زیادہ مقبول ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ بھارتی مسلمانوں کے لیے آسانیاں فرمائے۔

تبصرہ و تعارف کتب

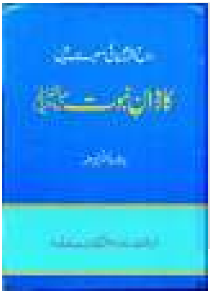

1 روح الامین کی معیت میں

کاروانِ نبوت ﷺ (جلد۱۲)

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر: مکتبہ دعوۃ الحق، اٹاوہ سوسائٹی، احسن آباد کراچی

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر، نزولِ قرآن کے پس منظر میں، اُردو زبان میں لکھی جانے والی یہ نادر کتاب ماشاء اللہ اب اپنے تکمیل کے مرحلے تک بڑھ رہی ہے۔ بقول مصنف ’’چند ماہ قبل تک پروگرام کے مطابق ۱۲ویں جلد پر کتاب کو مکمل ہونا تھا، تاہم کم کرتے کرتے بھی جب ضخامت ۸۰۰ صفحات تک پہنچ گئی تو...... یہ صلاح رہی کہ...... دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور تیرھویں جلد پر کتاب کا اختتام ہو......‘‘۔ اس کتاب کی گیارہ جلدوں پر مختصر تبصرہ و تعارف ماہنامہ حکمت بالغہ کے مختلف شماروں میں وقفہ وقفہ سے شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر ۱۲ویں جلد آغاز سفر غزوۂ حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ ہجری) سے فتح مکہ کے لیے روانگی کی تیاریوں (رمضان ۸ ہجری) تک کے واقعات اور قرآن مجید کی تنزیلات کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس جلد کے مشمولات کا خلاصہ کچھ یوں ہے: ’’سارے عرب کی متحدہ افواج کے سرحد مدینہ پر خندق کے سامنے کم وبیش ایک ماہ بے نیل و مرام کھڑے رہنے اور نامرادراہِ فرار اختیار کرنے کے بعد قریش سمیت سارے ہی عرب قبائل مدینے کی جانب سے کسی انتقامی حملے کے خوف سے دُبکے ہوئے تھے اور مدینہ کے انتقام سے بچنے کے لیے طرح طرح کی منصوبہ بندیوں میں بھی مصروف تھے۔

جہاں جہاں حالات متقاضی ہوئے یا موقع ملا ریاست مدینہ نے ان کی سال بھر میں کوئی دوغزووں اورسولہ سریہ جات سے مناسب سرکوبی کی۔ ذوالقعدہ ۶ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک انتہائی جرأت مندانہ اِقدام کا فیصلہ کیا کہ اپنے جانی دشمن قریش کے شہرمکہ میں غیر مسلح جا کرعمرہ ادا کیا جائے۔ وہاں پہنچنے پرقریش نے رسول اللہ ﷺ سے دس برس کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ کیااور اگلے برس عمرے کی اجازت دے دی۔ قریش سے دس برس کے لیے اطمینان پا کر رسول اللہ ﷺ نے گردونواح کے تمام سلاطین کواسلام کی دعوت دی، یہودیوں کوخیبراوراس کے نواح میں جا پکڑااورسرنگوں کردیا۔اس طرح یہ معاہدہ مسلمانوں کی پیہم فتوحات کا باعث بنا۔اگلے برس عمرۂ قضاادا کیا،جس سے مکہ کےعوام مرعوب ہوئے اوراُن کے دلوں میں اسلام قبول کرنے کی اُمنگ پیدا ہوگئی۔حدیبیہ سے روانہ ہوتے ہوئے فتح کی نوید لیے ہوئے سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ آدابِ سفرحج اورحلال وحرام کے ضوابط کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبی تمدنی اورسیاسی زندگی کے تکمیلی قوانین لیے سورۃ المائدہ نازل ہوئی۔ یہود کوخیبر میں پامال کرنے سے قبل سورۃ الجمعہ اُتری۔حرام وحلال کوصرف اورصرف اللہ کے دائرہ اختیار میں ہونے کا واشگاف اعلان لیے سوۃ التحریم آئی اورفتح مکہ کی تیاروں کے دوران ایک بزرگ صحابی کے دشمن کی جانب خط لکھنے پرسورۃ الممتحنہ میں تنبیہ نازل ہوئی۔قریش کومعاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی سزادینے کے لیے مسلمانوں کالشکر جونہی مکہ کےنواح میں پہنچا تو سردارانِ قریش نے ہتھیار ڈالنے اورشہرمکہ کوحوالے کرنے کا اعلان کردیااوراسلام بھی قبول کرلیا‘‘۔(صفحات:۴۰۰ اور قیمت:۹۵۰ روپے)

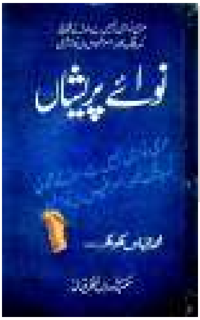

2 نوائے پریشان

تالیف: محمد الیاس کھوکھر

ناشر: مکتبہ فروغِ فکراقبال، نظام بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور

زیرِنظر کتاب فکری، ادبی اور دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ ہے، یہ کہانیاں معاشرے میں بکھرے کرداروں کی داستانیں ہیں۔ مصنّف کی لکھی ہرکہانی میں سوز اور درد ہے معاشرے کی زبوں حالی کا، امت مسلمہ کے زوال کا، معاشرے میں کمزورطبقہ پر ہونے والے ظلم وستم کا، تاریخ سے سبق نہ سیکھنے والی قوموں کا اور مسلم

معاشرے میں پھیلی بے عملی، منافقت، ہوسِ اقتدار و دولت، بے راہ روی کا نیز اس بات کا کہ عورت کو چراغِ خانہ بن کر رہنا پسند نہیں رہا اور وہ آزادئ نسواں کے مغربی بے ہودہ تصور کے پیچھے بھاگتی ہوئی کس بھیانک انجام کی طرف جا رہی ہے۔ یہ کتاب اس دور کا نوحہ ہے جسے سوز و گداز سے تحریر کیا گیا ہے۔(صفحات 440، قیمت 700 روپے)

3

تاریخ کا سچ

تالیف: محمد صادق قصوری

ناشر: مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں ضلع قصور

0306-4469496

یہ کتاب مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (1915ء-2001ء) کی خدماتِ جلیلہ اور مساعیٔ جمیلہ کے حسین تذکرہ پر مشتمل مولف کتاب اور دیگر اہل علم و قلم حضرات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ مولانا مجاہد ملت مرحوم و مغفور تحریک پاکستان کے فعال کارکن رہے ہیں، انھوں نے قائداعظم کے ساتھ مل کر بھی کام کیا ہے، قائداعظم اور مجاہد ملت کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ خطوط بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ مولانا پاکستان کے نامور سیاستدان تھے اور احیائے دین اسلام کے لیے انھوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ہمیں اپنے ان اسلاف کے کارناموں کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے اور ایسے اکابرین کی یادوں کو دہراتے رہنا چاہیے۔ بقول شاعر

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(ترجمہ: اگر تم اپنے سینے کے داغ تازہ رکھنا چاہتے ہو تو کبھی کبھی یہ پرانے واقعات پڑھتے رہا کرو)

ایسی کتاب کو ہمارے تعلیمی اداروں میں خاص طور پر متعارف کرانے کی ضرورت ہے اور ہر پاکستانی کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔(صفحات 456۔ ہدیہ: 200 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کتاب طلب فرمائیں)

عشرۂ ذوالحجہ کے روزوں کی فضیلت

فرمانِ نبوی
علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَہٗ فِیهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ، یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْهَا بِصِیَامِ سَنَةٍ، وَ قِیَامُ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْهَا بِقِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں ہیں ایسے کوئی دن جن میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت کیا جانا ذوالحجہ کے (پہلے) دس دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ ان میں سے (دس ذوالحجہ کے علاوہ) ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہوتا ہے۔“

رواہ الترمذی

فرمودۂ اقبال

اگر خواہی حیات اندر خطر زی

غزالے با غزالے دردِ دل گفت　　ازیں پس در حرم گیرم کُنامے
بصحرا صید بنداں در کمین اند　　بکامِ آہواں صبحے نہ شامے
اماں از فتنۂ صیّاد خواہم
دلے ز اندیشہ ہا آزاد خواہم

ایک ہرن نے دوسرے ہرن کو اپنے دل کا درد بیان کیا (اور کہا کہ) آج کے بعد میں حرم میں جا کر بسیرا کرلوں گا (کیونکہ وہاں کوئی خوف وخطر نہیں ہے) جنگل میں شکاری گھات لگائے رہتے ہیں، یہاں ہم ہرنوں کے لیے نہ کوئی صبح سازگار ہے نہ کوئی شام۔ میں صیاد (شکاری) کے اس فتنے سے امن چاہتا ہوں۔ اپنے دل کو ان اندیشوں سے آزاد رکھنا چاہتا ہوں۔

رفیقش گفت اے یارِ خردمند　　اگر خواہی حیات اندر خطر زی
دمادم خویشتن را بر فساں زن　　ز تیغِ پاک گوہر تیز تر زی
خطر تاب و تواں را امتحان است
عیارِ ممکناتِ جسم و جان است

اس کے ساتھی نے کہا: اے عقل مند دوست! اگر تو زندگی (کا لطف) چاہتا ہے تو خطروں میں جینا سیکھ۔ [یہ خطرات سان (تلوار تیز کرنے والے پتھر) کی طرح ہیں] تو خود کو مسلسل سان پر رگڑتا رہ، عمدہ تلوار سے زیادہ تیز بن کر زندگی گزار۔ خطرے اور مشکلات پوشیدہ طاقتوں کا امتحان ہیں یہ جسم اور جان کی صلاحیتوں کی کسوٹی ہیں۔

Vol 16 CPL No: FD 30/07 HIKMAT-E-BAALGHA JULY 2022 No 07

فکرِ فاروقیؒ

حضرات! سورۂ بقرہ کی ان آیات (127-128) کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے چنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو کئی امتحانوں میں ڈالا تھا جب انھوں نے وہ امتحان پاس کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انعامات (AWARDS) دیے۔ ان انعامات میں سے ایک یہ تھا کہ ہمارا گھر تعمیر کرو۔ اس گھر کی تعمیر کرتے وقت انہوں نے جو دعائیں کیں اس کا مصداق ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ اُمت مسلمہ، جس میں میں اور آپ شریک ہیں تو ہمارے کاندھوں پر وراثتِ ابراہیمی یعنی توحید کا بوجھ ہے ہم اس وراثت کے امین ہیں، اس کے ہم حامل ہیں، ہم مسلمان قوم دنیا کی دیگر قوموں کی طرح عام قوم نہیں ہے۔ جاپانی اور دوسری قومیں جیتے ہیں اس لیے کہ ہماری قوم کی ویلفیئر ہو جائے، PER CAPITA INCOME بڑھ جائے، سارے ملک کی پیداوار بڑھ جائے، امپورٹ بڑھ جائے، فارن ایکسچینج بڑھ جائے۔ ہم مسلمان اس لیے نہیں ہیں۔ بقول شاعر ع ''ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے''۔ مسلمان زندہ ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن زندہ رکھنے کے لیے۔ ہم سے قیامت کے دن اس ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس قرآن تھا تم نے دنیا کے کتنے لوگوں تک پہنچایا؟ آج بہت کم لوگ اس ذمہ داری کا شعور رکھتے ہیں۔ کاش ہم اس شعور کو آگے بڑھائیں۔ جو جاگ رہا ہے وہ دوسروں کو جگائے۔ آپ کو اگر اللہ تعالیٰ نے شعور دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی کتاب ہے پھر اس شعور کو عام کرنا چاہیے دوسروں تک پہنچائیں۔ اس میں جو وقت لگائیں گے وہ بہت قیمتی ہو جائے گا۔ اس میں جو پیسے اور سرمایہ لگائیں گے اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ واقعتاً قیامت کے دن احساس ہوگا کہ یہ کاروبار جس میں وقت اور پیسہ لگایا کتنا بڑا نفع کا کاروبار کیا۔ سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اے اہل ایمان! تمھیں ایسی تجارت نہ بتائیں جو تمھیں عذابِ الیم سے چھٹکارا دلا دے''۔ تجارت کیا ہوتی ہے کچھ پیسہ لگاؤ، کچھ وقت لگاؤ اور اس کے نتیجے میں تم عذاب الیم سے بچ سکتے ہو۔ آج وہی پیسہ، وہی وقت قرآن مجید کی خدمت میں لگاؤ گے کل قیامت کے دن عذابِ الیم سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (از کتاب: تعمیرِ سیرت و کردار، صفحہ 37، ملخّصًا)